بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

ہفت روزہ
بدر
قادیان

Weekly
BADAR Qadian

ایڈیٹر: منصور احمد

❁ جلد 75 ❁ شمارہ 09 ❁ 08 رمضان 1447 ہجری قمری ❁ 26 تبلیغ 1405 ہجری شمسی ❁ 26 فروری 2026ء (www.akhbarbadr.in)

ارشاد باری تعالیٰ

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ ؕ اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا لِیۡ وَلۡیُؤۡمِنُوۡا بِیۡ لَعَلَّهُمۡ یَرۡشُدُوۡنَ ○

ترجمہ: اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبّیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔ (سورۃ البقرہ: 187)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

رمضان رحمت، مغفرت اور جہنّم سے آزادی کا ذریعہ ہے

حضرت سلمان فارسی روایت کرتے ہیں کہ شعبان کے آخری دن سرکار دو عالم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا لوگو! تم پر ایک عظیم مہینہ سایہ فگن ہوا ہے جو ایسا مبارک مہینہ ہے جس میں ایک رات ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ کے روزوں کو فرض کیا ہے اور اس مہینہ کی راتوں میں قیام کو نفل مقرر کیا ہے۔ پس جو کوئی اس مہینہ میں نوافل کے ساتھ تقرب چاہے تو گویا اس نے رمضان کے علاوہ فرض ادا کیا اور جو کوئی اس مہینہ میں فریضہ ادا کرے گو یا اس نے رمضان کے علاوہ دنوں میں ستر فرض ادا کئے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کی جزا جنت ہے اور غمخواری کا مہینہ ہے اور یہ ایسا مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھ جاتا ہے اور اس مہینہ میں کسی روزہ دار کو افطار کرانا گناہوں کی مغفرت اور گردن کو جہنم سے آزاد کروانے کا سبب ہے۔ افطار کرانے والے کیلئے روزہ دار کا سا اجر ہے اور اس سے روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے ہر شخص روزہ دار کو افطار کرانے کی استطاعت نہیں رکھتا تو آپ نے فرمایا یہ ثواب اس شخص کو بھی ملے گا جو روزہ دار کو ایک گھونٹ دودھ یا پانی یا کھجور سے افطار کرائے اور جو روزہ دار کو پیٹ بھر کھلائے گا تو اللہ اسکو میرے حوض سے سیراب فرمائے گا جو دخول جنت تک پیاسا نہ ہوگا یہ ایسا مہینہ ہے جس کا ابتدائی حصہ رحمت کا درمیانی حصہ مغفرت کا اور آخری حصہ نار دوزخ سے آزادی کا ہے اور جس نے اپنے خادم کے کام میں تخفیف کی اللہ تعالیٰ اسکی بخشش فرمائے گا اور اسکو نار دوزخ سے آزادی عطا فرمائے گا۔

تبرکات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مومن کو چاہئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کرے

اگر خدا چاہتا تو دوسری امتوں کی طرح اس اُمت میں کوئی قید نہ رکھتا مگر اس نے قیدیں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں۔ میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینے میں تو مجھے محروم نہ رکھ تو خدا اسے محروم نہیں رکھتا اور ایسی حالت میں اگر انسان ماہ رمضان میں بیمار ہو جاوے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہوتی ہے کیونکہ ہر ایک عمل کا مدار نیت پر ہے۔ مومن کو چاہئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کردے جو شخص کہ روزے سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت دردِ دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا اور اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اُس کے لئے روزے رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ جو نہ ہو تو خدا تعالیٰ ہرگز اُسے ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔ یہ ایک باریک امر ہے کہ اگر کسی شخص پر (اپنے نفس کی کسل کی وجہ سے) روزہ گراں ہے اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق حال ہوں گے اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا تو ایسا آدمی جو خدا کی نعمت کو خود اپنے اوپر گراں گمان کرتا ہے کب اُس ثواب کا مستحق ہوگا۔ ہاں وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آ گیا اور اس کا منتظر میں تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں اور پھر وہ بوجہ بیماری کے نہیں رکھ سکا تو وہ آسمان پر روزے سے محروم نہیں ہے۔

(تفسیر مسیح موعودؑ جلد اول، مطبوعہ نظارت نشر و اشاعت قادیان ایڈیشن دوئم سن اشاعت 2004ء صفحہ 262)

تفسیر کبیر سے اقتباس

رمضان المبارک میں قرآن مجید کا دور مکمّل کرنے کی فضیلت

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ شَھۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

تیسرے معنے اس کے یہ ہیں کہ رمضان میں پورا قرآن اتارا گیا۔ جیسے احادیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا أَنَّ جِبۡرِیۡلَ کَانَ یُعَارِضُنِیَ الۡقُرۡاٰنَ فِیۡ کُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً وَاِنَّهٗ عَارَضَنِیَ الۡعَامَ مَرَّتَیۡنِ یعنی جبریل ہر سال رمضان کے مہینہ میں تمام قرآن کریم کا میرے ساتھ ایک دفعہ دَور کیا کرتے تھے۔ مگر اس سال انہوں نے دو دفعہ دَور کیا ہے جس سے میں سمجھتا ہوں کہ اب میری وفات کا وقت قریب ہے۔ (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواہب الدنیۃ الفصل الاول فی اتمامہ تعالیٰ نعمتہ علیہ بفاتہ) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں بھی قرآن نازل ہوا ہے مگر رمضان المبارک کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں جس حد تک قرآن کریم نازل ہو چکا ہوتا تھا جبریل اس کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر دَور کیا کرتے تھے۔ گویا دوسرے الفاظ میں دوبارہ تمام قرآن کریم آپ پر نازل کیا جاتا۔ بخاری کتاب بدء الوحی میں بھی یہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ کَانَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ اَجۡوَدَ النَّاسِ وَکَانَ اَجۡوَدُ مَا یَکُوۡنُ فِیۡ رَمَضَانَ حِیۡنَ یَلۡقَاهُ جِبۡرِیۡلُ وَکَانَ یَلۡقَاهُ فِیۡ کُلِّ لَیۡلَةٍ مِنۡ رَمَضَانَ فَیُدَارِسُهُ الۡقُرۡاٰنَ فَلَرَسُوۡلُ اللّٰهِ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ) اَجۡوَدُ بِالۡخَیۡرِ مِنَ الرِّیۡحِ الۡمُرۡسَلَةِ۔ (بخاری کتاب بدء الوحی باب کیف کان بدء الوحی) یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے بڑھ کر سخی تھے اور زیادہ تر سخاوت آپ رمضان میں فرمایا کرتے تھے جبکہ جبریل آپ سے ملتے تھے۔ اور جبریل رمضان کے مہینہ میں ہر رات آپ سے ملا کرتے تھے اور تمام قرآن کریم کا آپ کے ساتھ مل کر دَور کیا کرتے تھے۔ اُن دنوں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بارش لانے والی ہوا سے بھی اپنے جود و کرم میں بڑھ جاتے تھے۔

(تفسیر کبیر جلد اول صفحہ 394 تا 395)

اخبار احمدیہ

الحمدللہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 20 فروری 2026 کو مسجد مبارک (اسلام آباد) یو۔کے سے بصیرت افروز خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ جمعہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 16 پر ملاحظہ فرمائیں۔

احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت و تندرستی، فعال درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر ہو اور تائید و نصرت فرمائے۔ آمین۔

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر، نگران بدر بورڈ قادیان

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اداریہ

بھارت کے احمدیوں کیلئے اُردو زبان کی اہمیت

اُردو زبان جس کی شروعات اگر چہ تیرھویں صدی عیسوی میں ہو چکی تھی اور جو ہندوستان کے مختلف علاقوں کی تہذیبی، ثقافتی ولسانی آمیزش سے بھرپور ہو کر 18 ویں صدی کے آخر میں زبان دانی کے حوالہ سے اپنی خوبیوں میں کمال حاصل کر چکی تھی اور اس قابل ہو چکی تھی کہ ہندوستان کے اکثر علاقوں اور مذاہب کے لوگ اس کو سمجھ سکیں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کو اس زبان کے ذریعہ ہی تبلیغ اسلام اور تربیت اقوام کیلئے مبعوث فرمایا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا علم کلام اکثر و بیشتر اُردو میں ہی ہے اگر چہ آپ نے عربی اور فارسی میں بھی کتب لکھی ہیں اور آپ کا موثر و بلیغ منظوم کلام عربی و فارسی میں بھی موجود ہے۔ اسی طرح آپ کو جو الہامات ہوئے ہیں وہ بھی اُردو کے علاوہ زیادہ تر عربی میں اور پھر فارسی میں یہاں تک کہ انگریزی اور ہندی زبان میں بھی ہیں۔ لیکن زیادہ تر آپ کا منثور منظوم کلام اُردو میں ہی ہے۔

اُردو کی طرز تحریر اگر چہ فارسی اور عربی رسم الخط سے مشابہ ہے اور ہندی طرز تحریر سنسکرت کے مطابق ہے لیکن موجودہ دور کی بول چال میں ہندی بولنے والے اُردو زبان کو بھی بخوبی سمجھ سکتے ہیں اور اب تو ہندوستان میں اُردو اور ہندی رسم الخط بے شک الگ الگ ہیں لیکن بولنے کے حوالہ سے اس قدر اشتراک ہے کہ دونوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا اور اُردو میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ عربی اور فارسی سے قریب ہونے کی وجہ سے اس کے جاننے والے پُرانے عربی اور فارسی ورثہ کو بسہولت جذب کر سکتے ہیں بلکہ اس کو پروان چڑھا سکتے ہیں اور ایسا ہی ہوا ہے۔ اگر گزشتہ تین صدیوں میں ہندوستان میں شائع ہونے والی اُردو کتب کو دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کتب نے اہلِ اسلام کو اسلامی ماخذ کے قریب کرنے میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔

اس حوالہ سے سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ایک اہم نکتہ بیان فرمایا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کی اصلاح کیلئے مبعوث فرمایا تھا اس لئے حسبِ آیت سورۃ الجمعہ واٰخرین منھم لَمَّا یلحقُوا بھم آپ کی دو بعثتیں مقدر تھیں۔ پہلی بعثت میں تکمیل ہدایت ہوئی لیکن پہلی بعثت میں جبکہ تکمیل ہدایت ہوئی پوری دنیا میں اشاعت ہدایت کے سامان میسّر نہ تھے اس لئے آپ کی دوسری بعثت جو تکمیلِ اشاعت ہدایت کی بعثت ہے سامانِ اشاعت کے میّسر ہو جانے کے بعد آپؐ کے بروز کامل امام مہدی و مسیح موعود کے ذریعہ مقدر تھی اور پھر اس کیلئے خدا نے جس زبان کو چُنا وہ اُردو زبان تھی اور ہندوستان کی اُردو زبان باقی زبانوں کی نسبت مسیح موعود کے زمانہ میں اس قابل ہو چکی تھی کہ وہ اُن مضامین کے بوجھ کو اُٹھا سکے جو مسیح موعود نے بیان کرنے تھے اور ان فرمانوں کو انسانی دلوں میں جاذبیت کے ساتھ پیوست کر سکے جو مسیح موعود پر نازل ہونے تھے۔ اس حوالہ سے آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’حسبِ منطوق آیت واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم اور نیز حسب منطوق آیت قل یٰاَیّھا النّاس اِنّی رسول اللہ الیکم جمیعًا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بعثت کی ضرورت ہوئی اور ان تمام خادموں نے جو ریل اور تار اور اگن بوٹ اور مطابع اور احسن انتظام ڈاک اور باہمی زبانوں کا علم اور خاص کر ملک ہند میں اُردو نے جو ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک زبان مشترک ہوگئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بزبان حال درخواست کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تمام خدام حاضر ہیں اور فرض اشاعت پورا کرنے کیلئے بدل و جان سرگرم ہیں۔ آپ تشریف لائیے اور اس اپنے فرض کو پورا کیجئے کیونکہ آپ کا دعویٰ ہے کہ میں تمام کافّہ ٔ ناس کیلئے آیا ہوں اور اب یہ وہ وقت ہے کہ آپ ان تمام قوموں کو جو زمین پر رہتے ہیں قرآنی تبلیغ کر سکتے ہیں اور اشاعت کو کمال تک پہنچا سکتے ہیں اور اتمام حجّت کیلئے تمام لوگوں میں دلائل حقانیت قرآن پھیلا سکتے ہیں تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے جواب دیا کہ دیکھو مَیں بروز کے طور پر آتا ہوں مگر مَیں ملک ہند میں آؤں گا کیونکہ جوش مذاہب و اجتماع جمیع ادیان اور مقابلہ ٔ جمیع ملل و نحل اور امن و آزادی اس جگہ حاصل ہے۔‘‘ (تحفہ گولڑویہ صفحہ 165-164 مطبوعہ قادیان)

پس مذکورہ حوالہ کی روشنی میں بھارت کے احمدیوں کا جو کہ اُردو زبان کو جاننے والے ہیں فرض بن جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بروز کامل کے سلطان نصیر بنیں جس کا ظہور ہندوستان میں ہوا ہے اور ہر لحاظ سے مدد کریں اور تبلیغ اسلام کے روحانی جہاد میں قلمی، لسانی اور مالی ہر اعتبار سے شامل ہوں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے تمام وسائل موجودہ کو یہی جواب دیا ہے کہ ہندوستان ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز کامل کا مشن کامیاب و بامراد ہو سکتا ہے اور چونکہ اس کیلئے زبان اُردو ایک مرکزی کردار ادا کر رہی ہے یہ بولنے کے لحاظ سے اس وقت ہندوستان کے کم و بیش ایک درجن صوبوں کی زبان ہے کیونکہ ہندی بولنے والے بھی اُردو کو سمجھ اور بول سکتے ہیں اور اس لئے بھی کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا اکثر روحانی علم کلام اُردو زبان میں ہے اور موجودہ دور میں تمام خلفاء کرام اور حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے تبرکات خطبات، خطابات اور مجالس عرفان اُردو زبان میں ہی ملتے ہیں۔ لہٰذا ان روحانی خزائن کو سمجھنے کیلئے چونکہ بول چال کے اعتبار سے ہندی اور اُردو یکساں ہیں اس لئے ضروری ہے کہ ہم اُردو زبان سیکھیں بالخصوص وہ احباب جو ہندی بولنے والے صوبوں میں مُقیم ہیں اور رُوحانی طور پر خود کو زندہ رکھنے کیلئے اور قوم کو زندہ کرنے کیلئے وہ تو فوراً اُردو زبان سیکھ کر اُس کو استعمال میں لا سکتے ہیں اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کو سیکھ کر فریضہ ٔ تبلیغ کو ادا کر سکتے ہیں اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے یہ بھی جواب دیا ہے کہ ہندوستان وہ جگہ ہے جہاں مذہبی آزادی حاصل ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ بھارت وہ جگہ ہے جہاں دیگر ممالک کی نسبت مذہبی آزادی اور فریضہ ٔ تبلیغ کی آزادی زیادہ حاصل ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اُردو زبان سیکھنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 02/جولائی 1993ء میں فرمایا تھا:

’’دوسری نصیحت میری یہ ہے کہ آپ اُردو کی طرف توجہ دیں۔ الہامات کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اکثر تحریرات اُردو میں ہیں جب تک آپ اُردو نہیں سیکھیں گے آپ حضرت مسیح موعودؑ کی پُرمعرفت کتب میں بیان فرمودہ نکات روحانیت سے صحیح معنوں میں آشنا نہیں ہو سکتے کیونکہ ترجمہ میں وہ خوبصورتی اور لطف ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا جو حضورؑ کی اپنی تحریرات کو پڑھنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔‘‘

لہٰذا ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ اُردو سیکھ کر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کرام کے روحانی خزانوں سے اپنی تشنگی بجھائے اور حق کے پیاسوں کو بھی اس آب حیات سے سیراب کرے۔ وباللہ التوفیق

⁂

احقر کو میرے پیارے اِک دم نہ دُور کرنا

(پاکیزہ منظوم کلام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی آمین کے وقت کہے گئے
اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت میں ڈوبے ہوئے کچھ پاکیزہ اشعار

حمد و ثنا اُسی کو جو ذات جاودانی ہمسر نہیں ہے اس کا کوئی نہ کوئی ثانی
باقی وہی ہمیشہ غیر اس کے سب ہیں فانی غیروں سے دل لگانا جھوٹی ہے سب کہانی
سب غیر ہیں وہی ہے اک دل کا یار جانی
دل میں مرے یہی ہے سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ
ہے پاک پاک قدرت عظمت ہے اس کی عظمت لرزاں ہیں اہل قربت کرّوبیوں پہ ہیبت
ہے عام اس کی رحمت کیونکر ہو شکر نعمت ہم سب ہیں اس کی صنعت اس سے کرو محبت
غیروں سے کرنا الفت کب چاہے اس کی غیرت
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ
جو کچھ ہمیں ہے راحت سب اس کی جود و منت اس سے ہے دل کی بیعت دل میں ہے اس کی عظمت
بہتر ہے اس کی طاعت، طاعت میں ہے سعادت
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ
سب کا وہی سہارا رحمت ہے آشکارا ہم کو وہی پیارا دلبر وہی ہمارا
اس بن نہیں گزارا، غیر اس کے جھوٹ سارا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ
یا ربّ ہے تیرا احساں مَیں تیرے در پہ قرباں تُو نے دیا ہے ایماں تُو ہر زماں نگہباں
تیرا کرم ہے ہر آں تُو ہے رحیم و رحماں
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

⁂

خطبہ جمعہ

’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز خواہش نہ تھی کہ لوگ آپ کو پیغمبر کہیں اور آپ کی اطاعت کریں اور اسی لیے ایک غار میں جو قبر سے زیادہ تنگ تھی جا کر آپ عبادت کیا کرتے تھے اور آپ کا ہرگز ارادہ نہ تھا کہ اس سے باہر آویں۔ آخر خدا نے اپنی مصلحت سے آپ کو خود باہر نکالا اور آپ کے ذریعے سے دنیا پر اپنے نور کو ظاہر کیا۔‘‘ (حضرت مسیح موعودؑ)

عبادت محبت الٰہی کے بغیر نہیں ہے اور محبت الٰہی عبادت کے بغیر نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی محبت نہ ہو تو حقیقی عبادت ہو ہی نہیں سکتی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب احکامات ہمیں دیے تو اس کی انتہا بھی اپنے عمل سے کر کے دکھائی اور پھر ہمیں توجہ دلائی کہ حقیقی اطاعت اور پیروی تو تب ہی پوری ہوگی جب تم اس معیار پر اپنے آپ کو لانے کی کوشش کرو گے۔ آپؐ کی وہ دعائیں جو آپؐ نے اپنی امّت کے لیے کیں تب ہی ہمیں اپنی لپیٹ میں لیں گی اور ہمارے لیے فائدہ مند ہوں گی جب ہم آپؐ کے اسوہ اور احکامات کو ہمیشہ پیش نظر رکھ کر عمل کی کوشش کریں گے۔ صرف دکھاوے اور کہنے سے فیض حاصل نہیں ہو سکتا

آپؐ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے بلکہ سوتے ہوئے بھی عبادت ہوتی تھی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اپنے معیار قائم فرمائے بلکہ ان معیاروں کو حاصل کرنے کی نصیحت بھی فرمائی ہے کہ تم لوگ بھی اس طرح کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی محبت بھی حاصل کرو گے اور اللہ تعالیٰ کی سزا سے بھی بچ سکو گے

صحابہ کرامؓ کے جو نمونے ہمارے پاس پہنچے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت ہی کی وجہ سے پہنچے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کی ایسی تربیت کی کہ ان کی عبادتوں کے معیار بھی بلند سے بلند تر ہوتے چلے گئے اور اللہ تعالیٰ سے محبت کا معیار بھی ان کا بلند ہوتا چلا گیا۔ یہی وہ اسوہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمایا جسے آپؐ کے صحابہؓ نے اپنایا اور ہمارے لیے بھی یہی حکم ہے

آج کل اگر کسی سے نمازوں کے بارے میں پوچھا جائے یا یہی کہہ دیا جائے کہ مسجد میں نمازیں پڑھنی چاہئیں۔ کتنی نمازوں میں مسجد میں آتے ہو؟ تو اس پہ لوگوں کا اعتراض شروع ہو جاتا ہے کہ یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔ تم کون ہوتے ہو ہم سے پوچھنے والے؟ جماعت کو اس کے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ ہمارا اور اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہے۔ لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تو خود تہجد کی نماز کا بھی جائزہ لیا کرتے تھے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ آزاد اور آپؐ سے بڑھ کر زیادہ حُر کون ہوگا؟ مگر آپؐ کی نسبت آتا ہے کہ آپؐ جب دعا کرتے تھے تو بعض اوقات آپؐ کے سینے سے اس طرح آواز نکل رہی ہوتی تھی جس طرح کہ ہنڈیا ابل رہی ہے اور اس قدر روتے تھے کہ ریش مبارک تر ہو جاتی تھی

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا انسان بھی جو سب نیکوں کا سردار ہے اعمال سے مستغنی نہیں ہوتا تو اَور لوگ کس طرح مستغنی ہو سکتے ہیں؟ اَور لوگ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ہم عمل سے مستغنی ہو گئے؟ ہمیں اعمال کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ بخش دے گا۔ یہ تو کافروں کے قول ہیں۔ مومن کے قول نہیں ہیں

چونکہ یہ ذکر بھی آپؐ ہمیشہ کیا کرتے تھے۔ یعنی رات کو آیت الکرسی پڑھنا اور تینوں قُل پڑھنا اس لیے اس سنت کی پابندی بھی ہر مسلمان کو کرنی چاہیے بلکہ اسے اپنی زندگی کا ضروری حصہ بنانا چاہیے

نمازوں میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کے جو معیار ہیں پہلے وہ حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد نوافل ہیں۔ پھر ذکر الٰہی ہے۔ ذکر انسان کو مزید نیکیوں کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ دوسرے اخلاق اور اعمال بجا لانا بھی ضروری ہیں۔ اعلیٰ اخلاق کا بھی انسان کو حامل ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے، اپنے مسائل کے حل اور اپنی دعاؤں کی قبولیت کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر عمل کیا جائے اور اس طرح کیا جائے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کر کے دکھایا۔ اس کی کوشش کی جائے اور اس مکمل سنت پر عمل کیا جائے

ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر چلتے ہوئے آپؐ کو جو مانا ہے تو آپؐ کو بشارتیں دینے والا مانا ہے۔ اور ان بشارتوں کو ہم تبھی حاصل کر سکتے ہیں جب ہم اپنی عبادت کے بھی حق ادا کرنے والے ہوں گے اور آپؐ کے اسوہ پر چلنے کے لیے اس معیار کو بھی حاصل کرنے کی کوشش کرنے والے ہوں گے۔ یاد رہے کہ کوشش کے لیے قربانی کرنی پڑتی ہے جہاد کرنا پڑتا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عبادت الٰہی کا دلنشیں اور دلآویز پیرایہ میں ذکر

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 06؍فروری 2026ء بمطابق 06؍تبلیغ 1405 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

(خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہیں اور ہر معاملے میں اسوۂ حسنہ ہیں۔ گذشتہ خطبات میں اسی ضمن میں آپؐ کی محبت الٰہی کا ذکر ہو رہا تھا۔ محبت الٰہی کے ذکر میں آپؐ کی عبادت کے معیار کا بھی ذکر ہوا۔ میرا خیال تھا کہ محبت الٰہی کے بعد اگلا مضمون آپؐ کی عبادت کا لوں گا لیکن جب محبت الٰہی کا ذکر شروع ہوا تو عبادت کے بھی بہت سے واقعات اس میں آ گئے۔ باوجود چاہنے کے میں ان دو مضامین کو الگ نہیں کر سکا کیونکہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ عبادت محبت الٰہی کے بغیر نہیں ہے اور محبت الٰہی عبادت کے بغیر نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی محبت نہ ہو تو حقیقی عبادت ہو ہی نہیں سکتی۔

بہرحال اس ضمن میں آج جو مزید بیان کروں گا اس کو گو میں نے عبادت کے حوالے سے لیا ہے لیکن اس کی انتہا جیسا کہ میں نے گذشتہ خطبے میں بھی بیان کیا تھا اللہ تعالیٰ کی محبت پر جا کر ہی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اس معیارِ محبت کو قرآن کریم میں جس طرح بیان فرمایا ہے اس کی وضاحت گذشتہ خطبات میں ایک آیت کے حوالے سے کر چکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (الانعام: 163) کہ تُو کہہ دے کہ میری عبادت اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا اس آیت کی وضاحت تو گذشتہ خطبات میں ہو چکی ہے اس لیے دوبارہ اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پھر آپؐ کو فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (آل عمران: 32) کا اعلان کرنے کا کہہ کر ہمیں بھی ان معیاروں کو حاصل کرنے کی ہدایت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگوں کو بتا دے کہ اگر میری اتباع کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تم اللہ تعالیٰ کی محبت کو حاصل کر سکو گے۔ پس آپؐ کو یہ اعلان کرنے کا کہہ کر اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھی ان معیاروں کو حاصل کرنے کی ہدایت فرمائی ہے کہ اس کو حاصل کرنے کی حقیقی کوشش کرو۔

عبادت کے بارے میں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ذریعے سے ہمیں بے شمار احکامات دیے ہیں۔

ایک جگہ فرمایا: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔ (الذاریات: 57) اور میں نے جنّ و انس کو پیدا نہیں کیا مگر اس غرض سے کہ وہ میری عبادت کریں۔ پس واضح فرمایا کہ اگر تم میری پیروی کرنا چاہتے ہو تو سنو! کہ جس طرح میں نے انسان کی پیدائش کے مقصد کا ادراک حاصل کیا تم بھی یہ حاصل کرو اور اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کرو۔ تب ہی اپنے مقصد پیدائش کو پا سکو گے اور تب ہی اللہ تعالیٰ کی محبت کو حاصل کر سکو گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے عبادت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ایک جگہ فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔ (البقرۃ: 22) کہ اے لوگو! تم اپنے ربّ کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور ان کو بھی جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

پس اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور تقویٰ اختیار کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے اور اس کی عبادت کے معیار کو بلند تر کیا جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (الحج: 78) کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے ربّ کی عبادت کرو اور اچھے کام کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ احکامات ہمیں دیے تو اس کی انتہا بھی اپنے عمل سے کر کے دکھائی اور پھر ہمیں توجہ دلائی کہ حقیقی اطاعت اور پیروی تو تب ہی پوری ہو گی جب تم اس معیار پر اپنے آپ کو لانے کی کوشش کرو گے۔ آپؐ کی وہ دعائیں جو آپؐ نے اپنی امّت کے لیے کیں تب ہی ہمیں اپنی لپیٹ میں لیں گی اور ہمارے لیے فائدہ مند ہوں گی جب ہم آپؐ کے اسوہ اور احکامات کو ہمیشہ پیش نظر رکھ کر عمل کی کوشش کریں گے۔ صرف دکھاوے اور کہنے سے فیض حاصل نہیں ہو سکتا۔

بہرحال یہ نمونے جو آپؐ نے قائم فرمائے ان میں بہت سی مثالیں تو مَیں پیش کر چکا ہوں۔ بعض اَور ہیں جو پیش کرتا ہوں۔

آپؐ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے بلکہ سوتے ہوئے بھی عبادت ہوتی تھی جیسا کہ آپؐ نے خود فرمایا ہے: میری آنکھ تو سوتی ہے لیکن میرا دل اللہ تعالیٰ کی یاد اور عبادت سے غافل نہیں ہوتا۔

(صحیح البخاری کِتَابُ الْمَنَاقِبِ بَابُ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَیْنُہُ وَلَا یَنَامُ قَلْبُہُ، حدیث: 3569)

آپؐ نے اپنے ماننے والوں کو بھی اس کی تلقین فرمائی کہ تمہارا معیار یہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہمیشہ پیش نظر رہے۔ اپنی عبادت کے معاملے میں کس باریکی سے آپؐ اپنا محاسبہ کیا کرتے تھے اس کے بارے میں ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی چادر میں نماز پڑھی جس میں نقش تھے۔ آپؐ نے اس کے نقشوں کو ایک نظر دیکھا۔ جب آپؐ فارغ ہوئے تو فرمایا: میری اس چادر کو اَبُوْ جَھْم کے پاس لے جاؤ اور اَبُوْ جَھْم کی اَنْبِجَانِی لوئی یعنی بغیر نقش کے سادہ چادر لے آؤ کیونکہ اس نے ابھی مجھے میری نماز سے بے توجہ کر دیا ہے۔ یعنی ہلکی سی نظر بھی اس پر پڑی تو آپؐ کو یہ برداشت نہ ہوا کہ میں اس چادر کی طرف دیکھوں اور میری نظر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھر جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَیں اس کے نقش دیکھتا تھا اور میں نماز میں تھا تو میں ڈرا کہ وہ مجھے آزمائش میں نہ ڈال دے۔

(صحیح البخاری کتاب الصلاۃ باب إذا صلی فی ثوب لہ أعلام ونظر إلی علمها روایت 373)

اس کی شرح میں سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ نے لکھا ہے کہ اس باب کا مضمون یہ ہے کہ کپڑے سادہ ہوں۔ ان میں ایسی چمک دمک نہ ہو جو توجہ ہٹائے۔ ذہنی ارتقاء کے ساتھ انسان بالطبع سادگی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں کہ آج کل بھی ہم دیکھتے ہیں کہ سلیم الذوق لوگ کپڑے کے انتخاب میں سادہ رنگ کو ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن بعض آج کل ایسے بھی ہیں جو اپنے کپڑوں کی طرف دیکھتے رہتے ہیں اور ان کی استری درست کرنے کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ تو نماز میں تو پوری توجہ اس طرف ہونی چاہیے نہ کہ کسی کپڑے کی طرف۔ پھر لکھتے ہیں کہ نماز میں استغراق کُلّی کی ضرورت ہے۔ یعنی نماز تبھی حقیقی نماز ہو سکتی ہے جب انسان اس میں پوری طرح غرق ہو اور ڈوب کر نماز پڑھے۔ اس لیے شعائرِ اسلام نے نمازی کے ماحول میں ہر ایسی چیز کے وجود کو ناپسند کیا ہے جو اس کی توجہ کو اپنی طرف کھینچے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ کس قدر کس توجہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا چاہتے تھے کہ ہلکی سی نظر بھی کسی ایسی چیز پر نہ پڑے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے توجہ ہٹانے والی ہو۔ اور اس بارے میں مختلف احادیث میں ذکر ہوا ہے کہ تصویریں نہیں ہونی چاہئیں، سامنے تصویروں والا کپڑا نہیں ہونا چاہیے اور سامنے ایسا پردہ نہیں ہونا چاہیے جس پر تصویریں بنی ہوں کیونکہ یہ ساری چیزیں نماز سے توجہ ہٹانے کی وجہ بن سکتی ہیں۔ اس لیے ان سے روکا گیا ہے۔ نماز پڑھتے وقت ایسے پردے یا ایسی تصویریں سامنے نہ ہوں کہ جن کی طرف منہ کرنے سے توجہ ہٹ جائے۔ ایسی چیزیں قبلہ رخ نہ ہوں۔ (ماخوذ از صحیح بخاری مترجم (اردو) جلد 1 صفحہ 479۔ نظارت اشاعت)

اسی طرح آپؐ کے اعلیٰ ترین معیار کا ایک اَور ذکر ملتا ہے۔ حضرت جعفر بن محمدؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا ہوتا تھا؟ تو انہوں نے فرمایا: چمڑے کا تھا۔ اس میں کھجور کے ریشے بھرے ہوتے تھے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا تھا؟ تو آپؓ نے فرمایا: وہ پشم کا تھا۔ یعنی نرم اون جانور کے جو بال تھے ان کا بنایا ہوا تھا۔ میں اس کی دو تہیں لگا دیتی تھی وہ ذرا نرم ہو جاتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوتے تھے۔ ایک رات مَیں نے سوچا کہ کیوں نہ اس کی چار تہیں لگا دوں تاکہ یہ اَور زیادہ نرم اور آرام دہ ہو جائے تو آپؐ کے لیے زیادہ راحت کا باعث ہو گا۔ چنانچہ ہم نے اس کی چار تہیں لگا دیں۔ جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے رات میرے لیے کیا بچھایا تھا؟ حضرت حفصہؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا وہ آپؐ کا ہی بستر تھا۔ صرف ہم نے اس کی چار تہیں لگا دی تھیں تاکہ وہ آپؐ کے لیے زیادہ آرام دہ ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے پہلے جیسا ہی رہنے دو کیونکہ اس کی زیادہ نرمی میرے لیے رات کی نماز میں روک بن رہی تھی۔

(شمائل النبی ﷺ صفحہ 134 باب ما جاء فی فراش رسول اللہ ﷺ، روایت 314، نور فاؤنڈیشن)

اگرچہ بستر کی نرمی آپؐ کی عبادت میں رکاوٹ نہیں بن سکتی تھی لیکن پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ احساس بھی گوارا نہ ہوا کہ بستر نرم ہے تو تھوڑا سا لیٹ جاؤں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے نہ اٹھوں اور اس میں مجھے نرمی نظر آئے۔ تو یہ تھا آپؐ کا اعلیٰ ترین معیار۔

آپؐ کی عبادت کی حالت کا نقشہ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یوں بیان کیا ہے۔ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی اور آپؐ نے رکوع کیا یہاں تک کہ میں نے اپنی ناک پکڑ لی۔ یعنی اتنا لمبا رکوع تھا کہ مجھے خوف ہوا کہ کہیں ناک سے خون نہ بہنے لگ جائے۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ۔ کتاب النساء، حرف السین - سودہؓ بنت زمعۃ جلد 8 صفحہ 196-197 دار الکتب العلمیۃ 1995ء)

بہرحال یہ حالت اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب ایسی محبت ہو کہ انسان کا محبوب کا دَر چھوڑنے کو دل نہ چاہے۔ جس پوسچر (posture) میں بھی جائے، جس حالت میں بھی جائے، اسی میں ڈوب جائے۔

اسی طرح معیارِ عبادت کے بارے میں ایک اور روایت مُطَرِّف اپنے والد سے بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ رونے کی وجہ سے آپؐ کے سینے سے چکّی چلنے کی آواز آ رہی تھی۔ (سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب البکاء فی الصلوٰۃ حدیث 904) یعنی جس

ارشاد باری تعالیٰ

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ۝

﴿سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰنَ:6﴾

ترجمہ: یقیناً اللہ وہ ہے جس پر کوئی چیز زمین میں ہو یا آسمان میں ہو چھپی نہیں رہتی۔

DAR FRUIT CO. KULGAM
B.O AHMED FRUITS
Prop. Khawaja Masood Ahmad Dar Asnoor (Kashmir)
Contact: 9622584733, 7006066375 (Saqib)

طرح چکّی چلتی ہے، گرائنڈر چلتا ہے ویسے ہی آواز تھی۔ ایک اَور جگہ ہنڈیا ابلنے کی مثال بھی دی گئی ہے۔

(سنن النسائی کتاب السھو باب البکاء فی الصلوٰۃ حدیث 1214)

پھر ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں سواری پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ میرے اور آپؐ کے درمیان کجاوے کا پچھلا حصہ تھا۔ آپؐ نے فرمایا: اے معاذ بن جبل! مَیں نے کہا: مَیں حاضر ہوں یا رسول اللہؐ! اور یہ میری سعادت ہے۔ پھر آپؐ تھوڑی دیر چلے اور فرمایا: اے معاذ بن جبل! مَیں نے پھر عرض کیا: لبیک یا رسول اللہؐ! یہ میری سعادت ہے۔ پھر آپؐ کچھ دیر چلے اور فرمایا: اے معاذ بن جبل! مَیں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہؐ! یہ میری سعادت ہے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ پھر آپؐ کچھ دیر چلے اور فرمایا: اے معاذ بن جبل! مَیں نے کہا: لبیک یا رسول اللہؐ! یہ میری سعادت ہے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ پہلے تو اللہ کا حق تھا۔ اب بندوں کا کیا حق ہے جب وہ ایسا کریں یعنی عبادت کرنے والے بندے ہوں۔ مَیں نے کہا: اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: یہ کہ وہ انہیں عذاب نہ دے۔ یعنی اللہ تعالیٰ بندوں کو عذاب نہ دے۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة قطعًا، حدیث: 35)

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اپنے معیار قائم فرمائے بلکہ ان معیاروں کو حاصل کرنے کی نصیحت بھی فرمائی ہے کہ تم لوگ بھی اس طرح کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی محبت بھی حاصل کرو گے اور اللہ تعالیٰ کی سزا سے بھی بچ سکو گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ایک جگہ فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف کی اشاعت کے لیے مامور تھے ایسا ہی سنت کی اقامت کے لیے بھی مامور تھے۔ پس جیسا کہ قرآن شریف یقینی ہے ایسا ہی سنت معمولہ متواترہ بھی یقینی ہے۔ یعنی ایسی سنت جس کا تعلق آپؐ تک پہنچتا ہو۔ آپؐ کے عمل سے ثابت ہوتا ہو اور متواتر اس میں راوی اس بات کو بیان کرتے چلے جائیں۔ ایک chain ہو روایات کی۔ یہ دونوں خدمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے بجالائے اور دونوں کو اپنا فرض سمجھا۔ جب نماز کے لیے حکم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کے اس قول کو اپنے فعل سے کھول کر دکھلا دیا اور عملی رنگ میں ظاہر کر دیا کہ فجر کی نماز کی یہ رکعات ہیں اور مغرب کی یہ اور باقی نمازوں کے لیے یہ یہ رکعات ہیں۔ ایسا ہی حج کر کے دکھلا دیا اور پھر اپنے ہاتھ سے ہزارہا صحابہؓ کو اس فعل کا پابند کر کے سلسلہ تعامل بڑے زور سے قائم کر دیا۔ خود دکھایا اور پھر ان کو قائم بھی کیا اس بات پر۔ پس عملی نمونہ جو اب تک امّت میں تعامل کے رنگ میں مشہود و محسوس ہے اسی کا نام سنت ہے۔ آپؑ لکھتے ہیں کہ لیکن حدیث کو آنحضرت کے روبرو نہیں لکھا گیا اور اس کو جمع کرنے کے لیے کوئی اہتمام نہیں کیا گیا۔

تو بہرحال یہ آپؑ سنت اور حدیث کا موازنہ کر رہے تھے کہ کیا فرق ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ سنت پہلے ہے اور حدیث کا مقام بعد میں آتا ہے اور جو حدیث قرآن شریف اور آپؐ کی سنت سے نہیں ٹکراتی وہ حدیث صحیح ہے۔

(ماخوذ از ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 210-212)

پس جہاں آپؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں یہ فرما رہے ہیں کہ آپؐ کے عبادت کے معیار کیا تھے وہاں یہ بھی فرما دیا کہ آپؐ نے یہ سب کچھ کر کے دکھلایا اور اپنے ماننے والوں کو ان پر عمل کرنے کی نصیحت فرمائی اور ان سے عمل بھی کروایا۔ پس یہ وہ سنت ہے جو آج تک ہم تک پہنچ رہی ہے۔

صحابہ کرامؓ کے جو نمونے ہمارے پاس پہنچے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت ہی کی وجہ سے پہنچے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کی ایسی تربیت کی کہ ان کی عبادتوں کے معیار بھی بلند سے بلندتر ہوتے چلے گئے اور اللہ تعالیٰ سے محبت کا معیار بھی ان کا بلند ہوتا چلا گیا۔ یہی وہ اسوہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمایا جسے آپؐ کے صحابہؓ نے اپنایا اور ہمارے لیے بھی یہی حکم ہے۔ آپؐ نے تہجد کے بارے میں بہت تلقین فرمائی ہے کہ تہجد پڑھنی چاہیے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اس کی تفسیر میں ایک جگہ لکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان نوافل کا اتنا خیال تھا کہ باوجود ان کے نفل ہونے کے آپؐ رات کو پھر کر دیکھتے تھے کہ صحابہؓ میں سے کون یہ نفل پڑھتا ہے۔ یعنی شہر کی گلیوں میں، سڑکوں پہ پھرتے تھے تو پتہ لگ جاتا تھا کہاں نمازوں کی آواز آرہی ہے۔ تہجد کے وقت لوگ اٹھے ہوئے ہیں اور کون نہیں پڑھتا۔ یعنی آپؐ یہ بھی جائزہ لیا کرتے تھے کون تہجد پڑھ رہا ہے اور کون نہیں۔

آج کل اگر کسی سے نمازوں کے بارے میں پوچھا جائے یا یہی کہہ دیا جائے کہ مسجد میں نمازیں پڑھنی چاہئیں۔ کتنی نمازوں میں مسجد میں آتے ہو؟ تو اس پہ لوگوں کا اعتراض شروع ہو جاتا ہے کہ یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔ تم کون ہوتے ہو ہم سے پوچھنے والے؟ جماعت کو اس کے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ ہمارا اور اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہے۔ لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تو خود تہجد کی نماز کا بھی جائزہ لیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ آپؐ کی مجلس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر آیا کہ وہ بہت اچھے ہیں اور ان میں فلاں فلاں خوبیاں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! آدمی تو بہت اچھا ہے بشرطیکہ تہجد پڑھے۔ کیونکہ وہ نوجوان تھے اور تہجد میں کچھ سستی کرتے تھے اس لیے آپؐ نے انہیں اس طرح توجہ دلائی۔

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس میاں اور بیوی پر رحم کرے کہ اگر رات کو میاں کی آنکھ کھلے تو اٹھ کر تہجد پڑھے اور بیوی کو بھی جگائے کہ تُو بھی اٹھ کر تہجد پڑھ اور اگر وہ نہ جاگے تو اس کے منہ پر پانی کا چھینٹا مارے اور جگائے۔ اسی طرح اگر بیوی کی آنکھ کھلے تو وہ خود تہجد پڑھے اور میاں کو جگائے اور اگر وہ نہ جاگے تو اس کے منہ پر چھینٹا مارے۔ دیکھو! ایک طرف تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوی کے لیے میاں کا ادب کرنا نہایت ضروری قرار دیا ہے اور دوسری طرف تہجد کے لیے جگانے کے واسطے اگر پانی کا چھینٹا بھی مارنا پڑے تو اس کو بھی جائز رکھا ہے۔ گویا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کو اس قدر ضروری سمجھتے تھے۔

پھر قرآن کریم کہتا ہے کہ رات کا اٹھنا نفس کو سیدھا کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کو فرماتے کہ خواہ تہجد دو رکعت ہی پڑھو مگر پڑھو ضرور۔ پھر حدیثوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ رات کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ قریب آجاتا ہے اور بہت زیادہ دعائیں قبول کرتا ہے۔ اس لیے تہجد کا پڑھنا بہت ضروری اور بہت فائدہ مند ہے۔

(ماخوذ از سیرۃ النبی ﷺ از حضرت مصلح موعودؓ جلد 1 صفحہ 416-417)

اس میں شبہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کا فضل ہی ہوتا ہے جس سے نجات ہوتی ہے اور کوئی شخص اپنے عمل کی بنا پر دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ نجات پائے گا کیونکہ سب سے بڑے عامل اور سب سے بڑے خدا کے فرمانبردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپؐ بھی اپنے اعمال پر بھروسہ نہیں کرتے تھے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے اور اسے مَیں گذشتہ خطبے میں بیان بھی کر چکا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو اور باقی اَور صحابہؓ کو بھی یہی فرمایا جب انہوں نے پوچھا کہ آپؐ تو اپنے اعمال سے بہشت میں جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں عائشہ! مَیں بھی خدا کے فضل سے ہی جاؤں گا۔ پس جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا انسان جس کا ہر ایک سانس، جس کا چلنا پھرنا عبادت میں داخل تھا۔ جس کا سونا اور جاگنا عبادت میں گنا جاتا تھا۔ جس کی ہر حرکت اور سکون عبادت تھی حتّٰی کہ جس کا رفع حاجت کے لیے جانا اور بیویوں کے پاس جانا بھی عبادت تھا۔ اتنا بڑا عبادت گزار انسان جب کہتا ہے کہ مَیں اپنے اعمال سے بہشت میں نہ جاؤں گا بلکہ خدا کے فضل سے تو اَور کون ہے جو کہے کہ مَیں اپنے عمل سے بہشت میں داخل ہو جاؤں گا۔ یہ مت خیال کرو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فعل کیسے عبادت میں داخل ہو گیا۔ یہ اس طرح ہے کیونکہ ان کے متعلق خدا تعالیٰ نے یہ بتا دیا ہے کہ آپؐ کی ہر ایک حالت عبادت تھی۔ ناواقف کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حرکت کیسے عبادت ہو گئی؟ مگر ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ یہ بالکل صحیح بات ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فعل عبادت تھا۔ ہاں آپؐ کے سوا کسی اَور کا ہر فعل عبادت نہیں ہو سکتا۔ آپؐ اسوۂ حسنہ ہیں اس لیے آپؐ کا ہر فعل خدا کی رضا کے لیے تھا اور جو کام خدا کی رضا کے لیے ہو وہ عبادت بن جاتا ہے۔ کسی اَور کا ہر فعل عبادت نہیں ہو جاتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خدا نے فرمایا: لَكُمۡ فِيۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ۔ کہ تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فعل میں ایک نمونہ ہے۔ کیا اس کے یہ معنی نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عمل سے بتلائیں کہ کون سا فعل جائز ہے اور کون سا ناجائز ہے۔ کون سا مستحسن ہے اور کون سا مکروہ۔ اور کون سا حلال ہے اور کون سا حرام۔ پس رسول کریمؐ کا ہر ایک کام ایک بیان ہے اور ایک ڈسکرپشن (description) ہے۔ مثلاً آپؐ کا نماز پڑھنا نہ صرف خدا کے ایک حکم کی تعمیل تھی بلکہ اعلان تھا کہ یہ فرائض ہیں، یہ سنتیں ہیں اور یہ نوافل ہیں جو فرائض کے علاوہ ہیں اور جن کا پڑھنا قرب الٰہی کے لیے ضروری ہے۔ آپؐ کا کھانا کھانا اعلان تھا کہ جو کچھ آپؐ کھاتے ہیں وہ حلال ہے اور جن چیزوں کو آپؐ نہیں کھاتے وہ کھانے کے قابل نہیں۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فعل چونکہ نمونہ بنایا گیا تھا لوگوں کے لیے اس لیے آپؐ جن چیزوں کو جائز بتاتے تھے اور استعمال فرماتے تھے یہ عبادت تھی۔ اسی طرح جن سے منع فرماتے تھے اور استعمال نہ کرتے تھے یہ بھی عبادت میں شامل تھے۔ غرض آپؐ کا ہر فعل عبادت تھا کیونکہ خدا کے حکم کے ماتحت تھا۔ چنانچہ اس کی ایک مثال ہے کہ ایک شخص نے عصر کی نماز کا وقت دریافت کیا۔ ظاہر ہے کہ اوّل وقت پر نماز پڑھنا مستحسن ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی دیر کی کہ وقت نہایت تنگ ہو گیا۔ آپؐ کا نماز میں یہ دیر کرنا بھی عبادت تھا۔ کیوں؟ اس لیے کہ آپؐ یہ سبق دے رہے تھے کہ اگر انسان کسی وجہ سے کسی وقت اوّل وقت میں نماز نہ پڑھ سکے تو اگر آخری وقت تک پڑھ لے تو بھی اس کی نماز ہو جائے گی۔ غرض فرائض میں اعلان تھا۔ واجبات میں اعلان تھا۔ نوافل وسنن میں اعلان تھا کہ یہ سب کچھ عبادت الٰہی ہے۔ اس حالت پر بھی آپؐ فرماتے ہیں کہ خدا کے فضل سے بہشت میں جائیں گے۔ یعنی آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا آپؐ کا ہر فعل عبادت ہے لیکن پھر بھی آپؐ نے یہی فرمایا مَیں تو خدا کے فضل سے ہی بہشت میں جاؤں گا۔ پھر ہم لوگ جن کے اعمال بہت تھوڑے ہیں کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ہم اعمال سے بہشت میں چلے جائیں گے؟ اس سے ظاہر ہو گیا کہ فضل کیسی ضروری چیز ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ

هُوَ الَّذِيۡ يُصَوِّرُكُمۡ فِي الۡاَرۡحَامِ كَيۡفَ يَشَآءُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ؕ○

﴿سُوۡرَةُ اٰلِ عِمۡرٰنَ: 7﴾

ترجمہ: وہی ہے جو تمہیں رِحموں میں جیسی صورت میں چاہے ڈھالتا ہے۔ کوئی معبود نہیں مگر وہی، کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا۔

طالب دعا: SUJAUDDIN SK صاحب مرحوم، شیخ شمس الدین صاحب مرحوم (KHARAGPUR صوبہ بنگال)

اللہ کا فضل بہت ضروری چیز ہے لیکن اللہ کا فضل بھی محض دعوے سے نہیں ہو سکتا۔ اس کے حصول کے لیے بھی کسی چیز کی ضرورت ہے۔ محض دعویٰ ایمان سے کچھ نہیں بنتا۔ اور وہ چیز کیا ہے؟ وہ ہے عمل۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل اور اس پر عمل کرنے کی کوشش۔ اپنی عبادت کے معیار کو بڑھانے کی کوشش۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کو حاصل کرنے کی کوشش۔ تبھی جیسا کہ میں نے شروع میں بھی کہا تھا کہ عبادت محبت الٰہی کے بغیر نہیں اور محبت الٰہی عبادت کے بغیر نہیں ہے۔ (ماخوذ از خطبات محمود جلد 7 صفحہ 111 تا 112)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی کیفیت کیا ہوتی تھی۔

اس بارے میں بھی حضرت مصلح موعودؓ نے ایک جگہ اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔ کچھ جگہ میں اپنے الفاظ بھی بیان کر دوں گا لیکن بہرحال اسی سے اخذ کیا گیا ہے کہ بہت ہیں جو دعا کرتے ہیں۔ مگر ان کی آنکھیں، ان کا دل، ان کا دماغ، ان کا سینہ دعا کا مؤید نہیں ہوتا۔ دعا کر رہے ہوتے ہیں لیکن آنکھیں کہیں اَور ہوتی ہیں، دل ان کا کہیں اَور ہوتا ہے، دماغ کہیں اَور پھر رہا ہوتا ہے، سینے میں وہ محبت نہیں ہوتی جو ہونی چاہیے۔ خدا تعالیٰ کے لیے وہ محبت نہیں ہے۔ اور پھر کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ نتیجہ اس کا یہی نکلتا ہے کہ کیونکہ یہ چیزیں دعا کے ساتھ ساتھ نہیں چل رہیں، اس کی تائید نہیں کر رہیں، اس لیے وہ دعا تو پھر ایک ظاہری دعا ہی ہوتی ہے۔ اس کی آنکھیں پُرنم نہیں ہوتیں۔ ان کا دل پگھل نہیں رہا ہوتا۔ دعا کرتے ہوئے تو آنکھیں پُرنم ہونی چاہئیں۔ دل پگھلنا چاہیے۔ دماغ یکسو ہو کر خدا کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ جب ان کا سینہ جوش سے ابل نہیں رہا ہوتا تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی دعا اسی طرح ہوا میں اڑ جاتی ہے جس طرح گرد اڑ جاتی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ آزاد اور آپؐ سے بڑھ کر زیادہ حُر کون ہوگا؟ مگر آپؐ کی نسبت آتا ہے کہ آپؐ جب دعا کرتے تھے تو بعض اوقات آپؐ کے سینے سے اس طرح آواز نکل رہی ہوتی تھی جس طرح کہ ہنڈیا ابل رہی ہے اور اس قدر روتے تھے کہ ریش مبارک تر ہو جاتی تھی۔

مگر بہت لوگ ہیں جو اپنی عادتوں کے مطابق خدا تعالیٰ سے بھی تکبر کرتے ہیں اور دعاؤں میں رونا ناپسند کرتے ہیں۔ (ماخوذ از سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ جلد 2 صفحہ 149)

نمازوں میں رقّت طاری ہونا بھی بہت ضروری ہے۔ اس کے لیے بھی انسان کو کوشش کرنی چاہیے۔ اسی کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک نسخہ یہ بھی بتایا ہے کہ اپنی شکل رونے جیسی بنا لو تو اسی ظاہری حالت سے بھی دل پہ اثر پڑتا ہے اور پھر انسان کا رونا بھی نکل جاتا ہے۔ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 79۔ ایڈیشن 2022ء)

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں ہمیں یہ فرمایا کہ میری عبادتوں کے یہ معیار ہیں اور مَیں شکرگزار ہوں۔ اللہ کا فضل مجھے بچائے گا اور اس فضل کو حاصل کرنے کے لیے مَیں عبادت بھی کرتا ہوں اور اللہ کی نعمتوں پر مَیں اس کی شکرگزاری بھی کرتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ تو غنی ہے۔ اگر مَیں شکرگزاری نہ کروں تو کیا پتہ اللہ تعالیٰ کیا سلوک کرے۔ پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا انسان بھی جو سب نیکوں کا سردار ہے اعمال سے مستغنی نہیں ہوتا تو اَور لوگ کس طرح مستغنی ہو سکتے ہیں؟ اَور لوگ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ہم عمل سے مستغنی ہو گئے؟ ہمیں اعمال کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ بخش دے گا۔ یہ تو کافروں کے قول ہیں۔ مومن کے قول نہیں ہیں۔

(ماخوذ از سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ جلد 2 صفحہ 183)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذکر الٰہی بھی ایک سنت ہے۔

آپؐ ذکر الٰہی فرمایا کرتے تھے۔ اس بارے میں بھی ایک خطبہ میں حضرت مصلح موعودؓ نے بیان کیا کہ اذکار میں سے ایک وہ ذکر ہے جو سوتے وقت کیا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت آیت الکرسی، سورہ اخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس جو قرآن کریم کی یہ تین آخری سورتیں ہیں تین دفعہ پڑھ کر ہاتھوں پر پھونکتے اور پھر ہاتھ اپنے جسم پر پھیرا کرتے تھے۔ آپؐ ہاتھوں پر پھونک کر ہاتھوں کو جسم پر اس طرح پھیرتے کہ سر سے شروع کرتے اور جہاں تک ہاتھ پہنچ سکتا وہاں تک پھیرتے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کہ جس کام کو آپؐ نے دینی کام سمجھ کر باقاعدہ اور ہمیشہ جاری رکھا اسے سنت کہتے ہیں۔

چونکہ یہ ذکر بھی آپؐ ہمیشہ کیا کرتے تھے۔ یعنی رات کو آیت الکرسی پڑھنا اور تینوں قُل پڑھنا اس لیے اس سنت کی پابندی بھی ہر مسلمان کو کرنی چاہیے بلکہ اسے اپنی زندگی کا ضروری حصہ بنانا چاہیے۔

پس ذکر کو یہ خیال کر کے نہیں چھوڑنا چاہیے کہ یہ ایسا ضروری نہیں ہے جس کے نہ کرنے سے جہنم میں چلے جائیں گے۔ اور نہ ہی یہ خیال کرنا چاہیے کہ صرف یہی ذکر جنت میں لے جانے کے لیے کافی ہے اور اس کے ساتھ اَور اعمال کی ضرورت نہیں۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

”ہر وہ کام جو بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کے بغیر شروع کیا جائے وہ ناقص اور برکت سے خالی ہوتا ہے۔“ (الجامع الصغیر للسیوطی حرف کاف)

طالبِ دُعا: خورشید احمد گنائی صاحب و اہل خانہ (امیر جماعت احمدیہ رشی نگر، صوبہ جموں کشمیر)

جو فرائض ہیں وہ بھی پورے کرنے پڑیں گے۔ بعض لوگ مجھے بھی خط لکھتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ کوئی چھوٹی سی دعا بتائیں، کوئی ذکر بتائیں جو ہم کرتے رہیں تا کہ ہمارے اندر نیکیاں بھی پیدا ہو جائیں، ہمارے گناہ بھی مِٹ جائیں، ہمارے کام بھی ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب بھی حاصل ہو جائے۔ تو پہلی بات تو عبادت ہے۔ یعنی نمازیں جو فرض ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض کے بعد نوافل بھی ادا کیے۔ پس نمازوں میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کے جو معیار ہیں وہ پہلے حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد نوافل ہیں۔ پھر ذکر الٰہی ہے۔ ذکر انسان کو مزید نیکیوں کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ دوسرے اخلاق اور اعمال بجا لانا بھی ضروری ہے۔ اعلیٰ اخلاق کا بھی انسان کو حامل ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے، اپنے مسائل کے حل اور اپنی دعاؤں کی قبولیت کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر عمل کیا جائے اور اس طرح کیا جائے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کر کے دکھایا۔ اس کی کوشش کی جائے اور اس مکمل سنت پر عمل کیا جائے۔

بہرحال ذکر کے بارے میں یہ خیال نہیں ہونا چاہیے کہ اس کو چھوڑنے سے جہنم میں چلے جائیں گے، اور نہ یہ کہ صرف ذکر ہی جنت میں لے کے جائے گا، یا اسی سے ہمارے سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔ اعمال بہرحال ضروری ہیں اور فرائض بھی ضروری ہیں۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا انسان اپنی ترقیات کے لیے ان اذکار کا محتاج تھا تو ہم کیوں کر کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں ایسے اذکار کی ضرورت نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت تھی کہ آپؐ ہمیشہ سوتے وقت آیت الکرسی اور تینوں قُل تین دفعہ پڑھتے تھے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اور پھر ہاتھوں پر پھونک کر جسم پر پھیرا کرتے تھے۔ (ماخوذ از خطبات محمود، جلد 11 صفحہ 19-21)

حضرت مصلح موعودؓ نے بعض اَور باتوں کی طرف بھی بڑی تفصیل سے توجہ دلائی ہوئی ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ جو لوگ دین کے پیشوا ہوتے ہیں انہیں یہ بہت خیال ہوتا ہے کہ ہماری عبادتیں اور ذکر دوسرے لوگوں سے زیادہ ہوں۔ بعض ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو دین کے لیڈر ہوتے ہیں، اپنے آپ کو علماء کہلاتے ہیں یا دینی تنظیموں کے سربراہ کہلاتے ہیں، وہ خیال کرتے ہیں کہ ہماری عبادتیں دوسروں سے زیادہ ہونی چاہئیں۔ اور پھر اس کے لیے خاص طور پر تصنع سے کام لیتے ہیں تا لوگ انہیں نیک سمجھیں۔ جو بڑے لیڈر ہیں، سیاستدان وہ بھی اب تو یہی کرنے لگ گئے ہیں ہاتھوں میں ان کی تسبیحاں ہوتی ہیں۔ مسجد کے امام ہیں، کسی تنظیم کے عہدیدار ہیں وہ خود کو دنیا کے لیے نمونہ سمجھتے ہیں یا یہ احساس دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم تمہارے لیے نمونہ ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا نمونہ ہے اس لیے بناوٹ سے کام لیتے ہیں اور ظاہری طور پہ ایسا کر رہے ہوتے ہیں۔ مسلمانوں میں بھی یہ چیزیں ہیں اور غیر مسلم لیڈروں میں بھی ہوتی ہیں۔ بعض قبائل کی روایتوں میں بھی یہ باتیں ملتی ہیں۔ بہرحال اگر مسلمان ہیں تو ان کا اپنی حالت کو ظاہر کرنے کا یہ حال ہے کہ اگر وضو کرتے ہیں تو خاص اہتمام سے دیر تک اعضاء کو دھوتے رہتے ہیں اور یہاں تک کہتے ہیں کہ وضو کرتے ہوئے جو پانی کے قطرے گر رہے ہیں وہ بھی جسم پر نہیں پڑنے چاہئیں۔ اس سے بھی نجاست پیدا ہو جاتی ہے۔ سجدے اور رکوع بھی لمبے لمبے کرتے ہیں۔ اپنی شکل سے حالت خشوع و خضوع ظاہر کریں گے صرف دکھانے کے لیے۔ اگر تو اللہ تعالیٰ کا پیار حاصل کرنے کے لیے کر رہے ہیں تو پھر اَور بات ہے لیکن یہ دنیا کو دکھانے کے لیے کر رہے ہوتے ہیں۔ لوگوں کے سامنے خوب وظائف پڑھیں گے۔ تسبیحیں ہاتھ میں ہوتی ہیں اور ظاہراً ذکر کر رہے ہوتے ہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اس کے کہ سب سے اَتقٰی اور اَوْرَع تھے اور آپؐ کے برابر خشیت اللہ کوئی انسان پیدا نہیں کر سکتا مگر باوجود اس کے آپؐ ان سب باتوں میں سادہ تھے اور آپ کی زندگی بالکل ان تکلّفات سے پاک تھی۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بعض دفعہ نماز میں کھڑا ہوتا ہوں اور ارادہ کرتا ہوں کہ نماز کو لمبا کر دوں مگر کسی بچے کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو اپنی نماز کو اس خوف سے کہ کہیں میں بچے کی ماں کو مشقّت میں نہ ڈالوں نماز مختصر کر دیتا ہوں۔ کس سادگی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم بچے کی آواز سن کر نماز میں جلدی کر دیتے ہیں۔ آج کل کے صوفیاء تو ایسے قول کو شاید اپنی ہتک سمجھیں گے۔ وہ تو اس بات کے اظہار میں اپنا فخر سمجھتے ہیں کہ ہم نماز میں ایسے مست ہوتے ہیں کہ کچھ خبر نہیں رہی اور گو پاس ڈھول بھی بجتے رہیں تو ہمیں کچھ خیال نہیں آتا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان تکلّفات سے بری تھے۔ آپؐ کی عظمت خدا تعالیٰ کی دی ہوئی تھی نہ کہ انسانوں نے آپؐ کو معزز بنایا تھا۔ آپؐ کو انسانوں سے کچھ نہیں چاہیے تھا۔ آپؐ کو خدا تعالیٰ سے عظمت چاہیے تھی۔ اس لیے آپؐ ان باتوں سے بری تھے۔ یہ خیال وہی کر سکتے ہیں جو انسانوں کی عزت کو عزت دینے والا سمجھتے ہوں۔ یہ دکھاوا صرف انہی لوگوں کا ہو سکتا ہے جو انسان کو عزت دینے والا سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو عزت دینے والا سمجھنے والے جس طرح کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت قائم فرمائی اور اپنے عمل سے ظاہر فرمایا وہ کبھی ایسا خیال نہیں کر سکتے۔ ان میں تو سادگی ہوتی ہے اور ہونی چاہیے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ سے یعنی حضرت انسؓ سے سوال کیا گیا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جوتوں سمیت نماز پڑھ لیا کرتے تھے؟ اب ایک طرف عبادتیں ہیں اور معیار اچھے حاصل

کرنے ہیں لیکن جہاں آسانی کی ضرورت ہے وہاں آسانی بھی ہے۔ جس طرح عصر کی نماز کے وقت کے بارے میں بتایا میں نے کہ ہر ایک پہلو سامنے رکھتے ہیں لیکن سامنے اصل حقیقت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت مدنظر ہو اور اس کی رضا حاصل کرنے کی طرف توجہ ہو۔ بہرحال ان سے سوال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جوتوں سمیت نماز پڑھ لیا کرتے تھے؟ توانہوں نے جواب دیا کہ آپؐ پڑھ لیا کرتے تھے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کس طرح تکلّفات سے بچتے تھے۔ مسلمان جو ایمان اور اسلام سے ناواقف ہیں بلکہ اس کی تعلیم سے ناواقف ہیں اگر کسی کو اپنی جوتیوں سمیت نماز پڑھتے دیکھ لیں تو شور مچا دیں اور جب تک کوئی ان کے خیال کے مطابق کُل شرائط کو پورا نہ کرے وہ دیکھ بھی نہیں سکتے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہیں۔ آپؐ کا یہ طریق تھا کہ آپؐ واقعات کو دیکھتے تھے نہ تکلّفات کے پابند تھے۔ حال تو آج بھی یہی ہے۔ ہمارے ایک احمدی نے مجھے لکھا کہ کسی نے اُسے کہا کہ تم یہ کلمہ پڑھ رہے ہو یا تم نے فلاں بات کی ہے تو اس نے کہا تم تو نماز بھی نہیں پڑھتے، نہ تمہیں نماز آتی ہے، نہ تم نے قرآن پڑھا ہے۔ تمہیں کیا پتہ؟ تمہیں اس چیز سے کیا تعلق؟ (تو وہ آگے سے) کہتا ہے آئے یا نہ آئے لیکن تم کیونکہ احمدی مرزائی ہو، قادیانی ہو، اس لیے تم نے نماز نہیں پڑھنی اور نہ تمہیں آنی چاہیے۔ تو یہ آج کل بھی لوگوں کا حال ہے لیکن ہمارے مخالف ہیں خود ان کے عمل نہیں۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے طہارت اور پاکیزگی شرط ہے اور یہ بات قرآن کریم اور احادیث سے ثابت ہے۔ پس جو جوتی پاک ہو اور عام جگہوں پر جہاں نجاست کے لگنے کا خطرہ ہو پہن کر نہ گئے ہوں تو اس میں ضرورت کے وقت نماز پڑھنے میں کچھ حرج نہیں اور آپؐ نے ایسا کر کے امّت محمدیہ پر ایک بہت بڑا احسان کیا کہ انہیں آئندہ کے لیے تکلّفات اور بناوٹ سے بچا لیا۔ اس اسوۂ حسنہ سے ان لوگوں کو فائدہ اٹھانا چاہیے جو آج کل ان باتوں پر جھگڑتے ہیں اور تکلّفات کے شیدا ہیں۔

جس فعل سے عظمت الٰہی اور تقویٰ میں فرق نہ آئے اس کے کرنے پر انسان کی بزرگی میں فرق نہیں آسکتا۔

(ماخوذ از آنحضرت ﷺ کی سادہ زندگی، انوار العلوم جلد 12 صفحہ 517-519)

پھر اقامت صلوٰۃ ایک نہایت ہی ضروری چیز ہے۔ اور اس میں خود نماز پڑھنا، دوسروں کو پڑھوانا اور اخلاص اور جوش کے ساتھ پڑھنا۔ باوضو ہو کر ٹھہر ٹھہر کر باجماعت اور پوری شرائط کے ساتھ نماز پڑھنا شامل ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ نماز خدا اور بندے کے درمیان ملاقات کا ایک ذریعہ ہوتی ہے۔ گویا اس کے ذریعے الوہیت کا وہ رنگ جو نبی کے واسطے سے اللہ تعالیٰ پیدا کرنا چاہتا ہے مومنوں پر چڑھ جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باجماعت نماز کا اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ ایک دفعہ آپؐ کے پاس ایک نابینا آیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا مکان مسجد سے بہت دُور ہے اور چونکہ مجھے مسجد پہنچنے میں سخت دقت پیش آتی ہے اس لیے اگر آپؐ اجازت دیں تو میں اپنے گھر میں ہی بارش کے دنوں میں نماز ادا کر لیا کروں۔ مدینہ میں کچے مکان تھے۔ بارشوں کی وجہ سے گلیوں میں پانی آجاتا تھا اور مکانوں کی دیواروں کے ساتھ ساتھ چلنا پڑتا تھا لیکن وہاں دیواروں کو بارش کے پانی سے بچانے کے لیے یہ رواج تھا کہ دیواروں کے ساتھ پتھر لگایا کرتے تھے تاکہ بارش کا پانی دیواروں سے ٹکرا کر ان کچی دیواروں کو نقصان نہ پہنچائے۔ نابینا صحابی نے کہا کہ میں پانی کی وجہ سے راستے کے بیچ میں چل نہیں سکتا۔ کنارے پر چلوں تو مجھے نظر نہیں آتا اور وہاں پتھر چبھتے ہیں جس سے زخمی ہونے اور گرنے کا خطرہ ہے تو کیا میں گھر میں نماز ادا کر لیا کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے پڑھ لیا کرو، کوئی حرج نہیں اگر تمہیں یہ مشکل پیش آتی ہے۔ جب وہ وہاں سے چلے گئے تو تھوڑی دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ ذرا اس کو واپس بلا کر لاؤ۔ جب واپس آئے تو آپؐ نے فرمایا کیا تمہارے گھر میں اذان کی آواز پہنچ جاتی ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہؐ! اذان کی آواز تو پہنچ جاتی ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا اگر اذان کی آواز تمہارے گھر پہنچ جاتی ہے تو مسجد میں آتے وقت چاہے ٹھوکریں لگیں یا زخمی ہو جاؤ مسجد میں تو پھر تمہیں ضرور آنا چاہیے۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر، جلد 10 صفحہ 23-25 ایڈیشن 2022ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں میں پھر کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے درخت اس میں پیدا ہو کر نشوونما پائیں گے اور وہ اَثمارِ شیریں اور طیب ان میں لگیں گے جو اُكُلُهَا دَآئِمٌ (الرعد:36) کے مصداق ہوں گے۔ یاد رکھو کہ یہ وہی مقام ہے جہاں صوفیوں کے سلوک کا خاتمہ ہے۔ جب سالک یہاں پہنچتا ہے تو خدا ہی خدا کا جلوہ دیکھتا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ

حالت تعبد یعنی عبادت کی حالت کی درستگی کا نام اصل عبادت ہے۔

ایسی حالت جہاں اللہ تعالیٰ یاد رہے اس کی عبادت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ہی سامنے ہو وہ اصل عبادت ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکر ادا نہیں کرتا“

(ترمذی، باب ماجاء فی الشکر لمن احسن الیک)

طالب دُعا: مجلس انصار اللہ کلکتہ (صوبہ بنگال)

آپ نے فرمایا اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ (ھود:3)۔ میں تمہارے لیے اس کی طرف سے ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ تعبد، تعبد تام یعنی مکمل طور پر جو اللہ تعالیٰ کی خالص ہو کر عبادت کرنے کا کام ہے یہ بہت عظیم الشان کام ہے اور انسان کسی اسوۂ حسنہ اور کامل نمونے کے بغیر اسے نہیں کر سکتا۔ کسی قوّت قدسی کے کامل اثر کے بغیر وہ یہ نہیں کر سکتا۔ اسی لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مَیں اسی خدا کی طرف سے نذیر اور بشیر ہو کر آیا ہوں اگر میری اطاعت کرو گے اور مجھے قبول کرو گے تو تمہارے لیے بڑی بڑی بشارتیں ہیں کیونکہ میں بشیر ہوں اور اگر ردّ کرتے ہو تو یاد رکھو میں نذیر ہو کر آیا ہوں۔ پھر تم کو بڑی بڑی عقوبتوں اور دکھوں کا سامنا کرنا ہوگا۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 1 صفحہ 472-473۔ ایڈیشن 2022ء)

پس یہ وہ بات ہے جس کو ہمیں غور سے دیکھنا چاہیے۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر چلتے ہوئے آپؐ کو جب مانا ہے تو آپؐ کو بشارتیں دینے والا مانا ہے۔ اور ان بشارتوں کو ہم تبھی حاصل کر سکتے ہیں جب ہم اپنی عبادت کے بھی حق ادا کرنے والے ہوں گے اور آپؐ کے اسوہ پر چلنے کے لیے اس معیار کو بھی حاصل کرنے کی کوشش کرنے والے ہوں گے۔ یاد رہے کہ کوشش کے لیے قربانی کرنی پڑتی ہے جہاد کرنا پڑتا ہے۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ پانچ نمازیں پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں اگر ان سے پوچھو تو۔ تو یہ نفس کا دھوکا ہے۔ اگر کوشش حقیقی ہو تو ایک فکر ہوتی ہے۔ پس ہم میں سے ہر ایک کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ ہماری یہ کوششیں حقیقی کوششیں ہیں بھی کہ نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کیسی تھی۔ آپؐ غار حرا میں جہاں جنگلی جانور، سانپوں اور چیتوں وغیرہ کا خطرہ تھا وہاں چلے جایا کرتے تھے۔ اس کا ذکر پہلے بیان ہو چکا ہے کہ وہاں آپؐ دعائیں مانگتے تھے۔ اس بات کو بیان کر کے آپؑ نے فرمایا کہ یہ قاعدہ ہے کہ جب ایک طرف کی کشش بہت بڑھ جاتی ہے تو دوسری طرف کا خوف دل سے دور ہو جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی محبت کی کشش بڑھ گئی اور اس کی عبادت کی طرف توجہ ہو گئی تو پھر دوسری دنیاوی چیزوں کا خوف دُور ہو جاتا ہے۔ آپؑ نے مثال دی ہے کہ بعض عورتیں جن کی طبیعت بہت ڈرنے والی ہوتی ہے دیکھا گیا ہے کہ کسی بچے کی بیماری کے وقت اندھیری راتوں میں ضرورتاً ایسی جگہ جاتی ہیں جہاں دن کو نکلنا ان کے واسطے دشوار ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب خوف الٰہی اور محبت غالب آتی ہے تو باقی تمام خوف اور محبتیں زائل ہو جاتی ہیں۔ ایسی دعا کے واسطے علیحدگی بھی ضروری ہے۔ اسی پورے تعلق کے ساتھ انوار ظاہر ہوتے ہیں اور ہر ایک تعلق ایک ستر کو چاہتا ہے۔ یعنی مخفی تعلق ہوتا ہے تبھی وہ ظاہر ہوگا۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 7 صفحہ 186۔ ایڈیشن 2022ء)

آپؑ فرماتے ہیں کہ عبادت صرف خدا تعالیٰ کے لیے ہو۔ دکھاوے کے لیے نہ ہو ”اطاعت، عبادت، خدمت میں اگر صبر سے کام لو تو خدا کبھی ضائع نہ کرے گا۔ اسلام میں ہزاروں ہوئے ہیں کہ لوگوں نے صرف ان کے نور سے ان کو شناخت کیا ہے ان کو مکاروں کی طرح بھگوے کپڑے یا لمبے چوغے اور خاص خاص متمیّز کرنے والے لباس کی ضرورت نہیں ہے اور نہ خدا کے راستبازوں نے ایسی وردیاں پہنی ہیں۔“ کہ چوغے پہن کر پھر سمجھیں کہ بڑا فقیر ہے۔ بڑا صوفی ہے یا بڑا نیک ہے۔ ”پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی خاص ایسا لباس نہ تھا جس سے آپ لوگوں میں متمیّز ہو سکتے بلکہ ایک دفعہ ایک شخص نے ابوبکرؓ کو پیغمبر جان کر ان سے مصافحہ کیا اور تعظیم و تکریم کرنے لگا۔ آخر ابوبکرؓ اٹھ کر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پنکھا جھلنے لگ گئے اور اپنے قول سے نہیں بلکہ فعل سے بتلا دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں۔ میں تو خادم ہوں۔ جب انسان خدا کی بندگی کرتا ہے تو اسے رنگ دار کپڑے پہننے، ایک خاص وضع بنانے اور مالا وغیرہ لٹکا کر چلنے کی کیا ضرورت ہے۔“ یعنی بنٹوں کے ہار گلے میں ڈال لیتے ہیں۔ ہاتھوں میں لمبی لمبی تسبیحیں ہوتی ہیں ”ایسے لوگ دنیا کے کتّے ہوتے ہیں“۔ یہ تو دنیا والے ہیں خدا والے نہیں۔ ”خدا کے طالبوں کو اتنی ہوش کہاں ہے کہ وہ خاص اہتمام پوشاک اور وردی کا کریں۔ وہ تو خلقت کی نظروں سے پوشیدہ رہنا چاہتے ہیں۔ بعض بعض کو خدا تعالیٰ اپنی مصلحت سے باہر کھینچ لاتا ہے (کہ اپنی الوہیت کا ثبوت دیوے۔)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز خواہش نہ تھی کہ لوگ آپ کو پیغمبر کہیں اور آپ کی اطاعت کریں اور اسی لیے ایک غار میں جو قبر سے زیادہ تنگ تھی جا کر آپ عبادت کیا کرتے تھے اور آپ کا ہرگز ارادہ نہ تھا کہ اس سے باہر آویں۔ آخر خدا نے اپنی مصلحت سے آپ کو خود باہر نکالا اور آپ کے ذریعے سے دنیا پر اپنے نور کو ظاہر کیا۔“

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 125-126 ایڈیشن 2022ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس نور سے فیض پانے کی توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے حق ادا کرنے کی ہم توفیق پائیں اور آپ کے اسوۂ حسنہ کو اختیار کرنے کی توفیق عطا ہو اور اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کی اور حقیقی رنگ میں چلنے کی کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل ۷ ۲؍فروری ۲۰۲۶ء، صفحہ ۲ تا ۸)

⁂

سیرت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے۔ رضی اللہ عنہ)

(بقیہ)

نجاشی کے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تبلیغی خط

اس جگہ یہ بات بھی یادرکھنی چاہئے کہ چونکہ یکے بعد دیگرے دو نجاشیوں کو تبلیغی خط لکھے گئے تھے۔ یعنی ایک خط تو اصحمہ نامی نجاشی کو لکھا گیا جس کے پاس ابتدائی صحابہ پناہ لینے کی غرض سے ہجرت کر کے گئے تھے اور جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط ملنے پر اسلام قبول کیا اور اسلام پر ہی ۹ ہجری میں وفات پائی۔ اور دوسرا خط اس کے بعد آنے والے نجاشی کو لکھا گیا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ اور کفر کی حالت میں ہی فوت ہوا۔ اس لئے بعض مؤرخین کو اس معاملہ میں غلطی لگ گئی ہے اور انہوں نے دونوں نجاشیوں کو ایک ہی سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیحدہ علیحدہ زمانوں میں دو علیحدہ نجاشیوں کو خط لکھے تھے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت انسؓ کی صریح روایت آتی ہے کہ جس نجاشی کو بعد والا خط لکھا گیا وہ اس نجاشی کے علاوہ تھا جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھی تھی۔ اور زرقانی اور تاریخ خمیس نے بھی اس معاملہ میں مفصل بحث کر کے دونوں کو علیحدہ علیحدہ ثابت کیا ہے۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے نجاشی کو تبلیغی خط ارسال کیا جس پر وہ مسلمان ہو گیا تو اسی وقت آپؐ نے اس کے نام ایک دوسرا خط پرائیوٹ مضمون کا بھی لکھا تھا۔ اس خط میں آپؐ نے نجاشی کو دو باتوں کی طرف توجہ دلائی تھی۔ ایک یہ کہ وہ ابوسفیان کی بیٹی اُمّ حبیبہ کے ساتھ آپ کا غائبانہ نکاح پڑھ دے اور دوسرے یہ کہ حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھیوں کو جنہیں حبشہ میں گئے ہوئے بہت عرصہ ہو گیا تھا اپنے انتظام میں عرب واپس بھجوا دے۔ نجاشی نے ان دونوں باتوں کی تعمیل کی۔ یعنی اولاً اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اُمّ حبیبہ کے نکاح کا اعلان کیا اور پھر حضرت جعفر اور ان کے ساتھیوں کے لئے کشتی کا انتظام کر کے انہیں عرب میں واپس بھجوا دیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر کی فتح سے واپس آرہے تھے اور روایت آتی ہے کہ آپؐ حضرت جعفر سے مل کر اتنے خوش ہوئے کہ فرمایا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے خیبر کی فتح سے زیادہ خوشی ہوئی ہے یا کہ جعفر اور اس کے ساتھیوں کی آمد سے زیادہ خوشی ہوئی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ حضرت جعفر کی زندگی نے زیادہ وفا نہیں کی اور وہ اس کے تھوڑا عرصہ بعد ہی غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے۔

اُمّ حبیبہ جن کی اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شادی ہوئی وہ مکہ کے رئیس اعظم ابوسفیان بن حرب کی بیٹی اور امیر معاویہ کی بہن تھیں۔ وہ ابتدائی مسلمانوں میں سے تھیں اور ان کے خاوند عبیداللہ بن جحش آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے جو حبشہ میں ہی وفات پا گئے۔ ان کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مناسب خیال کیا کہ اُمّ حبیبہ کو اپنے عقد میں لے لیں۔ جس میں غالباً یہ دوہری غرض تھی کہ ایک تو اس طرح شاید ابوسفیان کو اسلام کی طرف مائل کیا جا سکے اور دوسرے تا اُمّ حبیبہ کی جو آپ کے پھوپھی زاد بھائی کی بیوہ تھیں دلداری ہو جائے۔ اُمّ حبیبہ جن کا نام رملہ تھا ۴۴ ہجری میں فوت ہوئیں۔ نکاح پڑھنے سے پہلے نجاشی نے اُمّ حبیبہ کو پیغام بھیج کر ان کی باقاعدہ اجازت لی اور پھر ان کی طرف سے ان کے ایک قریبی عزیز خالد بن سعید نے ولی بن کر چار سو دینار پر نکاح منظور کیا۔

گو دوسرے نجاشی نے جو غالباً ۹ ہجری میں تخت نشین ہوا اسلام قبول نہیں کیا، لیکن چونکہ پہلا نجاشی مسلمان ہو گیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ نے ایک لمبے عرصہ تک حبشہ میں پناہ لے کر امن وعافیت کی زندگی پائی تھی اس لئے مسلمانوں نے اس ملک کے احسان کا یہ بدلہ دیا کہ جہاں دنیا کے چاروں کونوں میں ان کی فاتحانہ یلغار نے اسلام کی حکومت کا جھنڈا گاڑا وہاں انہوں نے حبشہ کے خلاف کبھی فوج کشی نہیں کی۔ ان کی تلوار شمال میں بھی چلی اور جنوب میں بھی چلی اور پھر مشرق میں بھی چلی اور مغرب میں بھی چلی اور چین اور راس کماری کی حد سے لے کر مراکش اور سپین کے آخری کناروں تک مسلمانوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں نے روئے زمین کو ہلا دیا اور قیصر وکسریٰ جیسے عظیم الشان بادشاہ ان کے سامنے ریت کے تودوں کی طرح گر کر پیوست خاک ہو گئے مگر فتح کے اس عالمگیر سیلاب میں بھی اگر مسلمانوں کی تلوار کسی ملک کے خلاف نہیں اٹھی تو وہ یہی حبشہ کی چھوٹی سی ریاست تھی۔ اس کے چاروں طرف کا علاقہ مسلمانوں کے ماتحت آچکا تھا مگر جب وہ حبشہ کے قریب پہنچتے تھے تو ہمیشہ کترا کر ادھر ادھر سے گزر جاتے رہے اور اس کے خلاف کبھی انگلی تک نہیں اٹھائی۔ اس کی تہ میں یہی اعلیٰ اخلاقی جذبہ کام کر رہا تھا کہ وہ اپنی انتہائی فتح کے زمانہ میں سینکڑوں سال گزر جانے کے بعد بھی اس چھوٹے سے احسان کو نہیں بھولنا چاہتے تھے جو حبشہ کے نجاشی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند صحابیوں کو پناہ دے کر ابتدائی مسلمانوں پر کیا تھا۔ یہ ایک بہت بھاری اخلاقی نکتہ ہے جس سے دنیا کی قومیں سبق حاصل کر سکتی ہیں۔

رئیس غسّان کے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط

پانچواں تبلیغی خط ریاست غسّان کے فرمانبروا حارث بن ابی شمر کے نام لکھا گیا۔ یہ وہی حارث ہے جس کا ذکر قیصر والے خط کے تعلق میں بھی آچکا ہے۔ غسان کی ریاست عرب کے ساتھ متصل جانب شمال واقع تھی اور اس کا رئیس قیصر کے ماتحت ہوا کرتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خط اپنے صحابی شجاع بن وہب کے ہاتھ روانہ فرمایا اور آپؐ نے اپنے اس خط میں حارث کو اسلام کی دعوت دی اور ساتھ ہی لکھا کہ اگر آپ اسلام قبول کریں گے تو آپ کی حکومت کو لمبی زندگی حاصل ہو گی۔ حارث اس وقت قیصر کی فتح کے جشن کے لئے تیاری کر رہا تھا۔ حارث سے ملنے سے پہلے شجاع بن وہب اس کے دربان یعنی مہتمم ملاقات سے ملے۔ وہ ایک اچھا آدمی تھا اور اس نے شجاع کی زبانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں سن کر فی الجملہ ان کی تصدیق کی مگر شجاع کو بتایا کہ اسے حارث سے چنداں امید نہیں رکھنی چاہئے کیونکہ وہ قیصر سے ڈرتا ہے اور اس کی منظوری کے بغیر کچھ نہیں کرے گا۔ چند دن کے انتظار کے بعد شجاع بن وہب کو رئیس غسان کے دربار میں رسائی حاصل ہوئی اور انہوں نے اس کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط پیش کیا۔ حارث نے خط پڑھ کر غصہ میں پھینک دیا اور کہنے لگا۔ مجھ سے میرا ملک چھیننے کی کون طاقت رکھتا ہے۔ بلکہ میں خود اس مدعی کے خلاف فوج کشی کروں گا اور اگر مجھے یمن تک بھی جانا پڑے تو اسے پکڑ کر لاؤں گا اور اس نے اپنے سواروں کے دستے کو تیاری کا حکم دے دیا۔ اور دوسری طرف قیصر کو خط لکھا کہ مجھے حجاز کے مدعی نے اس قسم کا خط لکھا ہے اور میں اس کے خلاف فوج کشی کرنے لگا ہوں۔ اس خط کا جواب قیصر نے یہ دیا کہ فوج کشی نہ کرو اور مجھے آکر دربار کی شرکت کے لئے ایلیا یعنی بیت المقدس میں ملو۔ اس کے بعد ایلیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفیر دِحیہ کلبی کے ساتھ جو گزری اس کا ذکر قیصر والے خط کے بیان میں کیا جا چکا ہے اور رئیس غسّان والا قصہ یہیں ختم ہو گیا اور وہ مسلمان نہیں ہوا۔ البتہ حدیث اور تاریخ سے پتہ لگتا ہے کہ مدینہ میں ایک عرصہ تک اس بات کا خوف رہا کہ غسانی قبائل مسلمانوں کے خلاف کب حملہ کرتے ہیں۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ کچھ عرصہ بعد حارث بن ابی شمر کا جانشین جبلہ بن ایہم جو ریاست غسّان کا آخری فرمانروا تھا مسلمان ہو گیا اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مدینہ میں بھی آکر رہا۔ مگر جب اس نے ایک غریب مسلمان کو تھپڑ مار دیا اور اس پر حضرت عمرؓ نے اسے ڈانٹا کہ حقوق کے معاملہ میں سب مسلمان برابر ہیں تم سے اس کا بدلہ لیا جائے گا تو وہ زمانہ جاہلیت والے تکبر میں مبتلا ہو کر یہ کہتا ہوا بھاگ گیا کہ کیا میں اور ایک عام مسلمان برابر ہو سکتے ہیں؟ اور پھر اسی ارتداد کی حالت میں اس کی وفات ہوئی۔

رئیس یمامہ کے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط

چھٹا تبلیغی خط یمامہ کے رئیس ہوذہ بن علی کے نام بھجوایا گیا۔ اس خط کو لے جانے والے سلیط بن عمرو قرشی تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خط میں ہوذہ کو اسلام کی دعوت دی مگر ہوذہ ایک متکبر مزاج انسان اور دنیا کا بندہ تھا اس نے بظاہر سلیط بن عمرو کی بڑی آؤ بھگت کی مگر جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہلا بھیجا کہ میرا عربوں میں بڑا مقام ہے (غالباً مراد یہ تھی کہ میرا وجود آپ کے سلسلہ کے لئے بہت مفید ہو سکتا ہے) آپ اگر میرے لئے وصیت کر جائیں کہ کچھ حکومت کا حصہ آپ کے بعد مجھے بھی مل جائے تو میں مسلمان ہو سکتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا خط پڑھ کر غصہ سے فرمایا کہ ”(یہ تو خدا کی چیز ہے) اگر ہوذہ مجھ سے کھجور کا ایک کچا دانہ بھی مانگے تو میں اسے نہیں دوں گا۔“ اس کے بعد ہوذہ بن علی فتح مکہ کے بعد کفر کی حالت ہی میں مر گیا۔ اور جب آپؐ کو ہوذہ کی موت کی اطلاع پہنچی تو آپؐ نے فرمایا کہ یمامہ کے علاقہ میں عنقریب ایک جھوٹا نبی پیدا ہو گا جو میری وفات کے بعد قتل کیا جائے گا۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ اسے کون قتل کرے گا؟ آپؐ نے فرمایا۔ تم اور تمہارے ساتھی اور کون؟ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پیشگوئی مسیلمہ کذاب کے ظہور میں پوری ہوئی جو مسلمانوں کے خلاف بعض خونریز لڑائیاں لڑنے کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں ہلاک ہوا۔

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمامہ کی طرف سلیط بن عمرو کو بھجواتے ہوئے ان کے سپرد دو تبلیغی خط کئے تھے۔ ایک ہوذہ کے نام اور دوسرا ثمامہ بن اثال کے نام۔ مگر یہ درست نہیں ہے کیونکہ جیسا کہ اسی کتاب میں دوسری جگہ بیان کیا جا چکا ہے۔ ثمامہ اس سے پہلے ایک سریہ میں قید ہو کر مدینہ میں مسلمان ہو چکے تھے۔ پس اگر اس موقع پر ثمامہ کو کوئی خط لکھا گیا تو یقیناً وہ تبلیغ کا خط نہیں ہو گا بلکہ اس تحریک کے لئے ہو گا کہ وہ آپؐ کے خط کو ہوذہ تک پہنچانے اور اسے تبلیغ کرنے میں سلیط بن عمرو کی امداد کرے۔ یہی وہ تشریح ہے جو علامہ زرقانی نے اس اختلاف کی کی ہے۔

اوپر کے چھ تبلیغی خط آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے معاً بعد بعض روایتوں کے مطابق ایک ہی دن میں اور دوسری روایتوں کے مطابق اوپر تلے لکھ کر بھجوائے تھے۔ ان کے بعد جو خط لکھے گئے وہ کچھ وقفہ کے بعد لکھے گئے تھے اور ہم انہیں انشاء اللہ اپنے اپنے موقع پر بیان کریں گے۔

اوپر کے چھ تبلیغی خطوط سے اس بات کے اندازہ کرنے کا موقع ملتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے ساتھ صلح ہوتے ہی اپنی پہلی فرصت میں کس درجہ مستعدی اور انہماک کے ساتھ تبلیغ کا فرض ادا کیا۔ گویا آپؐ نے ایک آن واحد میں عرب کے چاروں اطراف میں اسلام کا بیج بکھیر دیا۔ آپؐ کے اس فعل سے آپ کے اُس قول پر بھاری روشنی پڑتی ہے جو آپؐ نے ایک جنگی مہم سے واپسی پر فرمایا کہ:

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ۔

یعنی ”اب ہم تلوار کے چھوٹے جہاد سے تبلیغ و عبادت کے بڑے جہاد کی طرف لوٹ رہے ہیں۔“

حق یہ ہے کہ آپؐ کی زندگی کا ہر لمحہ خدمت دین اور خدمت خلق میں خرچ ہوتا تھا اور حالات کے ماتحت جس جس قسم کے کام کی ضرورت پیش آتی تھی آپؐ کی روح اس کی طرف اس طرح لپکتی تھی جس طرح ایک محبت کے جذبات سے بھری ہوئی ماں اپنے کھوئے ہوئے بچے کے دوبارہ پانے پر اس کی طرف لپکتی ہے۔ دنیا آپؐ کے لئے ایک سفر کی منزل سے زیادہ نہیں تھی اور اپنے آسمانی آقا کی خدمت اور اس کی عبادت اور اس میں ہو کر مخلوق کی محبت سب کچھ تھی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

(سیرت خاتم النّبیین، صفحہ 826 تا 831، مطبوعہ قادیان 2006)

⁂

تحریک جدید کی اہمیت اور برکات

(پی ایم رشید وکیل المال تحریک جدید قادیان)

تحریک جدید کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی مشیت خاص سے عین اس وقت رکھی گئی جبکہ احراری تحریک اپنے نقطہ عروج پر تھی۔ اور احرار اپنے خیال میں معاذ اللہ قادیان اور احمدیت کی اینٹ سے اینٹ بجادینے کے بلند و بانگ دعوے کررہے تھے یہاں تک کہ احراری لیڈروں کا یہ بیان تھا کہ ہمیں خدا نے مقرر کیا ہے اور اب ہمارے ذریعہ یہ جماعت کا خاتمہ ہوگا۔ لیکن اس فتنہ کے آغاز میں ہی حضرت مسیح موعودؑ کے اولوالعزم خلیفہ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے احمدیت کی کامیابی کا واضح اعلان کرنا شروع کردیا تھا۔ چنانچہ حضورؓ نے سالانہ جلسہ 1931ء کے پہلے روز احرار کو مخاطب کرتے ہوئے نہایت پر شوکت الفاظ میں فرمایا:

’’ہم ان سے کہتے ہیں تم کیا۔ اگر تم دنیا کی ساری حکومتوں اور ساری قوموں کو بلا کر بھی اپنے ساتھ لے آؤ پھر بھی تم جیت جاؤ تو ہم جھوٹے۔ اگر ان لوگوں نے ایسا کیا تو انہیں معلوم ہوجائے گا کہ وہ کس چیز سے ٹکراتے ہیں۔ اگر ان لوگوں نے ہم پر حملہ کیا تو چکنا چور ہوجائیں گے اور اگر ہم نے ان پر حملہ کیا تو بھی وہ چکنا چور ہوجائیں گے۔ یہ خدا کا قائم کردہ سلسلہ ہے اور یہ اس کی مشیت اور ارادہ ہے کہ اسے کامیاب کرے۔ اسکے خلاف کوئی انسانی طاقت کچھ نہیں کرسکتی۔۔۔۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ان کو کچل دیں گے۔ مگر یہ ضرور یقیناً اور حتمی طور پر کہتے ہیں کہ خدا ان کو کچل دے گا۔ خواہ وہ کتنی بڑی فوجوں کے ساتھ ہمارے خلاف کھڑے ہوجائیں۔ لڑائی کا نام اسلامی اصطلاح میں آگ رکھا گیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا الہام ہے’’ آگ سے ہمیں مت ڈراؤ۔ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے‘‘

نیز فرمایا: پس ہم پر غالب آنے کا خیال ان کا محض وہم وگمان ہے۔ اگر ہم میں سے ہر ایک کو قتل کرکے جلادیں اور پھر راکھ کو اڑادیں تو بھی دنیا میں احمدیت قائم رہے گی۔ ہر قوم ہر ملک اور ہر براعظم میں پھیلے گی اور ساری دنیا میں احمدیت ہی احمدیت نظر آئے گی۔ یہ خدا کا لگایا ہوا پودا ہے اس کے خلاف جو زبان دراز ہوگی وہ زبان کاٹی جائے گی۔ جو ہاتھ اٹھے گا وہ ہاتھ گرایا جائے گا۔ جو آواز بلند ہوگی وہ آواز بند کی جائے گی۔ جو قدم اٹھے گا وہ قدم کاٹا جائے گا۔ اگر انگریز، جرمن، امریکن، فرنسیسی سب مل جائیں تو بھی جس طرح مچھر مسلا جاتا ہے اسی طرح مسلے جائیں گے اور ساری قومیں احمدیت کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گی‘‘۔

(تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 421,420)

تاریخ شاہد ہے کہ فتح احمدیت کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کی یہ تمام تر پیشگوئیاں لفظ بلفظ پوری ہوئیں۔ اور احراریوں کے احمدیت کو مٹانے کے وہ تمام تر دعوے اور منصوبے ناکام و نامراد ثابت ہوئے۔ دوسری طرف احمدیت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ولولہ انگیز آسمانی تائید یافتہ قیادت، **خلافت احمدیہ** کی نگرانی میں دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کرتی چلی جارہی ہے۔

احراریوں کے دعوے اور اسکے مقابل احمدیت کی ترقیات کا ذکر کرتے ہوئے ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’۔۔۔۔ یہ جو احرار کا دعویٰ تھا کہ ہم قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے، احمدیت کو صفحہ ہستی سے مٹادیں گے اور آج تک یہ نعرے ہمارے مخالفین لگاتے ہیں۔۔۔ ان نعروں کا جواب ہر سال جماعت کی ترقیات سے دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے دیا جاتا ہے۔ جماعت میں بیعت کرکے شامل ہونے والے لوگ وہ اس کا جواب ہیں۔ اور آج دو سو بیس (220) ممالک میں پھیلی ہوئی جماعت کی ترقی اس کا جواب ہے کہ دیکھو! تم یہ نعرہ لگاتے تھے کہ صفحہ ہستی سے مٹادیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کے یہ افضال ہیں کہ جماعت ترقی پر ترقی کرتی چلی جارہی ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7 نومبر 2025ء)

سن 1891ء کی بات ہے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک ایمان افروز کشفی نظارہ دکھایا گیا۔ جس میں آپ کو غلبہ اسلام کی آسمانی مہم کو سر کرنے کیلئے پانچ ہزار سپاہیوں پر مشتمل ایک روحانی فوج دیئے جانے کی بشارت عطا کی گئی۔ جو تحریک جدید کے جہاد کبیر میں اموال ونفوس کی قابل رشک قربانیاں پیش کرنے والے مجاہدین دفتر اول کی شکل میں پوری ہوچکی ہے۔

اپنے اس کشف کا ذکر کرتے ہوئے حضور تحریر فرماتے ہیں:

’’کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا کہ انسان کی صورت پر دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں۔ ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے۔ جب میں نے اس شخص کو جو زمین پر تھا مخاطب کرکے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ مگر وہ چپ رہا اور اس نے کوئی جواب نہ دیا تب میں نے اس دوسرے کی طرف رخ کیا جو چھت کے قریب اور آسمان کی طرف تھا اور اسے مخاطب کرکے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ وہ میری اس بات کو سن کر بولا کہ ایک لاکھ نہیں ملے گی مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جائے گا۔ تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگرچہ پانچ ہزار تھوڑے آدمی ہیں پر اگر خدا تعالیٰ چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پاسکتے ہیں۔ اس وقت میں نے یہ آیت پڑھی۔ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ

(ازالہ اوہام طبع اول صفحہ 97 تا 99)

حضور علیہ السلام کا یہ ایمان افروز کشف اس طور سے پورا ہوا کہ تحریک جدید کا دفتر اول (1934ء تا 1953ء) میں شامل ہونے والے مجاہدین کی تعداد قریباً پانچ ہزار ہی تھی۔ جن کی ابتدائی قربانیاں بلاشبہ غلبہ اسلام کی بابرکت آسمانی مہم میں غیر معمولی اہمیت کی حامل ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے بھی متعدد مواقع پر یہی استنباط فرمایا ہے کہ اس کشف کے مصداق تحریک جدید کے پہلے انیس سالہ دور میں شامل وہ پانچ ہزاری مجاہدین ہیں جن کی ابتدائی نامساعد حالات میں پیش کردہ مخلصانہ قربانیاں عظمت وشوکت اسلام کی زیر تعمیر عمارت کیلئے مستقل و مستحکم بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں۔

تحریک جدید خدا کی طرف سے ہے

بانی تحریک جدید حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ ایک جگہ فرماتے ہیں:

’’یاد رکھو یہ تحریک خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اسلئے وہ اسے ضرور ترقی دے گا۔ اور اس کی راہ میں جو روکیں ہوں گی ان کو بھی دور کردے گا۔ اور اگر زمین سے اس کے سامان پیدا نہ ہوں گے تو آسمان سے خدا تعالیٰ اسے برکت دے گا۔ پس مبارک ہیں وہ جو بڑھ چڑھ کر اس تحریک میں حصہ لیتے ہیں۔ کیونکہ ان کا نام ادب اور احترام سے اسلام کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا اور خدا تعالیٰ کے دربار میں یہ لوگ عزت کا خاص مقام پائیں گے۔ کیونکہ انہوں نے خود تکلیف اٹھا کر دین کی مضبوطی کیلئے کوشش کی۔ اور ان کی اولادوں کا خدا خود متکفل ہوگا۔ اور آسمانی نور ان کے سینوں میں ابل کر نکلتا رہے گا اور دنیا کو روشن کرتا رہے گا۔‘‘

(روزنامہ الفضل قادیان 30 نومبر 1939ء)

تحریک جدید کا آغاز اور اسکا پس منظر

تحریک جدید کا آغاز اور اسکے پس منظر کے حوالہ سے حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس اید اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے بصیرت افروز خطبہ جمعہ مورخہ 3 نومبر 2023 میں فرمایا کہ:

’’۔۔۔۔ تحریک جدید حضرت مصلح موعودؓ نے شروع ہی اس وجہ سے کی تھی کہ جماعت کے خلاف ہر طرف سے شورش تھی حتی کہ حکومت کے افسران بھی مخالفت کی پشت پناہی کررہے تھے۔ تحریک جدید کا مقصد ہی یہ تھا کہ تبلیغ کرکے جماعت کو بڑھایا جائے اور دنیا کے ہر ملک میں جماعت احمدیہ کے ذریعہ اسلام کا جھنڈا لہرایا جائے۔۔۔۔ جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے جماعت کے خلاف ہر طرف سے فتنہ اور فساد اٹھ رہا تھا۔ خاص طور پر احرار نے تو فساد پیدا کرنے کیلئے اپنا تمام زور لگالیا تھا اور یہ نعرہ تھا کہ احمدیت کو صفحہ ہستی سے مٹادیں گے۔ قادیان کا نام ونشان مٹادیں گے اور قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجادینے کی باتیں ہوتی تھیں۔ یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار اور مقدس مقامات کی بے حرمتی کے پروگرام تھے اور حکومت کی طرف سے بھی مخالفین کی طرف زیادہ رجحان نظر آتا تھا باوجود اس کے کہ اس وقت انگریز حکومت تھی۔ بجائے فتنہ ختم کرنے کے ان کی حمایت کی جاتی تھی۔ تو ان حالات میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جماعت کو ایک پروگرام دے کر تحریک کی جس میں مالی قربانی کی طرف بھی توجہ دلائی۔ یہ 1934ء کی بات ہے۔ نومبر میں آپؓ نے پہلے کچھ خطبات دئے جن میں کچھ تمہید اور پس منظر بیان کیا کہ کیوں میں تحریک کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے ابھی یہ ذکر ہی کیا تھا اور پوری تفصیل بیان نہیں فرمائی تھی لیکن مخلصین نے آپ کو ہر قسم کی قربانی پیش کرنے کیلئے لکھنا شروع کردیا جس پر آپؓ نے خوشنودی کا اظہار بھی فرمایا اور فرمایا میں یہ تفصیل اس لئے بیان کررہا ہوں کہ جماعت تیار ہو قربانی کیلئے کیونکہ بعض دفعہ قربانیاں لمبی کردینی پڑتی ہیں اور عورتیں اور بچے بھی اس کے لئے تیار ہوں۔ یہ صرف مردوں کا کام نہیں ہے بلکہ عورتوں کو بھی اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا ہوگا۔ گو اس وقت یہ ہر احمدی کیلئے لازم نہیں تھی لیکن اخلاص ووفا کا غیر معمولی جذبہ جماعت نے دکھایا۔

تحریک جدید کے مقاصد

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے الہامات ’’میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤ گا‘‘ اور ’’وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا‘‘ کے مطابق تحریک جدید کا دائرہ کار اکناف عالم پر محیط ہے۔ اور دنیا کے ہر ملک میں پیغام حق پہنچانا اس تحریک کا بنیادی مقصد ہے۔ بانی تحریک جدید سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ تحریک جدید کو حاصل اسی بنیادی امتیاز کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’تحریک جدید کی غرض یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے تو ہم ساری دنیا میں اسلام کی طرف سے مقابلہ کرنے والے پہلوان کھڑے کردیں۔۔۔ تاکہ ان ممالک میں اسلام کا جھنڈا لہراتا رہے۔ اس دن ہم سمجھیں گے کہ ہمارے کام کا آغاز ہوا ہے‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم دسمبر 1939ء)

ہماری ذمہ داریاں

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں متعدد مقامات پر مؤمنوں کو مالی قربانی کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ مالی قربانی کے نتیجہ میں روحانی ترقی حاصل ہوتی ہے۔ کامل نیک بننے کیلئے انسان کو اپنی پسندیدہ اشیاء میں سے خرچ کرنا ضروری ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے:

لن تنالوا البر حتی تنفقو مما تحبون وما تنفقو من شيءٍ فان اللہ بہ علیم

(آل عمران: 93)

تم ہرگز نیکی کو پا نہیں سکو گے یہاں تک کہ تم ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت کرتے ہو اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو تو یقیناً اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

تحریک جدید کے ثمرات

تحریک جدید کے ثمرات کے تعلق سے اگر بات کی جائے تو بے شمار ایسے ثمرات ہیں جن کا شمار کرنا ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہم سب پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں اپنی زندگیوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم الشان پیشگوئی ”میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا“ کو بڑی شان کے ساتھ پورا ہوتے ہوئے دکھایا۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا کے 220 ممالک میں حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام پہنچ چکا ہے۔ نہ صرف مبلغین اسلام کے ذریعہ بلکہ MTA کے وسیع نظام کے ذریعہ بھی۔ سیکڑوں، ہزاروں کی تعداد میں مساجد اور مشن ہاؤسز کی تعمیر ہوچکی ہے اور ہو رہی ہے۔ ہسپتال اور سکول کام کررہے ہیں۔ تبلیغ و تربیت کا وسیع نظام چل رہا ہے۔۔۔

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے بصیرت افروز خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 03 نومبر 2023ء میں فرمایا:۔

”تحریک جدید کے پھل کا پہلے میں بتادوں جو ہمیں نظر آئے۔ ابتداء میں تو ہم قادیان سے باہر نہیں نکل رہے تھے یا ہندوستان تک تھوڑے سے پھیلے ہوئے تھے لیکن اب دنیا کے 220 ممالک میں مساجد کی کل تعداد نو ہزار تین سو سے اوپر ہے۔ مشن ہاؤسوں کی تعداد تین ہزار چار سو سے اوپر ہے۔ اور بھی درجنوں مساجد بن رہی ہیں۔ مشن ہاؤس بھی بن رہے ہیں زیر تعمیر ہیں۔ مبلغین کی تعداد اور معلمین کی تعداد دنیا میں پانچ ہزار کے قریب ہے۔ یہ بھی بڑھ رہی ہے۔ اللہ کے فضل سے قرآن کریم کے تراجم بھی ہو رہے ہیں۔ ستتر (77) زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔ لٹریچر چھپ رہا ہے۔ مختلف زبانوں میں لٹریچر کا ترجمہ ہو رہا ہے۔ اور بے شمار کام اس کے ذریعہ سے ہو رہا ہے جو تحریک جدید کے ذریعہ کام کے شروع ہونے سے شروع ہوا۔ گو اس میں باقی چندے بھی شامل ہوئے ہیں لیکن تحریک جدید کا بھی بہت بڑا کردار ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 03 نومبر 2023ء)

تحریک جدید کے چندے کی اہمیت

چندہ تحریک جدید اگرچہ طوعی چندہ ہے لیکن اس کی بڑی اہمیت ہے۔ جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

”ہماری جماعت میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے علاوہ فرض چندوں کے بہت سے نفلی چندوں کی بھی تحریک کی ہوئی ہے۔ ان میں سے ایک چندہ یعنی تحریک جدید گو نفلی ہے لیکن ضرورت کے مطابق شاید وہ فرض کے قریب قریب پہنچا ہوا ہے۔ اس کی مثال سنتوں کی سی ہے۔ جو ہیں تو نوافل لیکن وہ نفل کی نسبت فرض کے زیادہ قریب ہمیں نظر آتی ہیں۔ کیونکہ انہیں ادا کرنے کی نبی کریم ﷺ نے بڑی تاکید فرمائی ہوئی ہے۔“

(خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث فرمودہ 22/اکتوبر 1966ء)

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”چندہ عام کے بعد تحریک جدید کا چندہ سب سے زیادہ اہم ہے۔ یہ بڑی برکتوں کا حامل ہے۔ اس نے ابتداء ہی سے جماعت کی مالی قربانیوں پر حیرت انگیز طور پر اچھا اثر ڈالا ہے۔“

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرمودہ 5 نومبر 1993ء)

نیز فرمایا:

”چندہ عام کے بعد سب سے زیادہ اہم تحریک جو عمومی طور پر جماعت کے لئے جاری فرمائی گئی ہے وہ تحریک جدید کا چندہ ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق ساری دنیا میں اشاعت اسلام سے ہے۔“

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرمودہ 5 نومبر 1993ء)

تحریک جدید کیلئے قربانی کا اعلیٰ معیار

تحریک جدید کے مطالبات میں سے ایک پہلو مالی قربانی کا پہلو تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے تحریک جدید کیلئے مالی قربانی کے معیار کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

۔۔۔اگر کوئی شخص اپنی ایک ماہ کی آمد کا نصف دے دیتا ہے مثلاً اس کی سو روپیہ ماہوار آمد ہے تو وہ پچاس روپیہ وعدہ لکھوادے تو سمجھا جائے گا کہ اس نے اچھی قربانی کی ہے۔ اور اگر وہ ایک ماہ کی پوری آمد یعنی سو کی سو روپے ہی بطور وعدہ لکھوادے تو ہم سمجھیں گے کہ اس نے تکلیف اٹھا کر قربانی کی ہے۔“

(خطبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرمودہ 4 دسمبر 1953ء)

یہ بھی ضمناً ذکر کرتا ہوں کہ اس وقت کے مخلصین نے پانچ پانچ یا چھ چھ ماہ کی آمدنیاں بھی چندہ میں لکھوادی تھیں۔ جس کا ذکر حضور نے اس خطبہ میں کیا ہے۔

اس موقعہ پر حضورؓ نے بچوں کو بھی اس چندہ میں شامل ہونے کی تحریک فرمائی تھی۔

حضورؓ فرماتے ہیں کہ:۔ پس ہر احمدی مرد اور ہر احمدی بالغ عورت کا فرض ہے کہ اس تحریک میں شامل ہو بلکہ بچوں میں بھی تحریک کی جائے اور رسمی طور پر انہیں اپنے ساتھ شامل کیا جائے۔

نیز فرمایا کہ:۔ بعض لوگ بچوں کی طرف سے چندہ لکھوادیتے ہیں۔ لیکن انہیں بتاتے نہیں اس سے پورا فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ بچے کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ سوال کرتا ہے۔ جب تم اس سے کہو گے کہ جاؤ اپنی طرف سے چندہ لکھواؤ تو وہ پوچھے گا چندہ کیا ہوتا ہے؟ اور جب تم چندہ کی تشریح کرو گے تو وہ پوچھے گا یہ چندہ کیوں ہے؟ پھر تم اس کے سامنے اسلام کی مشکلات اور اس کی خوبیاں بیان کرو گے۔ پس بچہ کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ مادہ رکھا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ سوال کرتا ہے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو انکے اندر نئی روح پیدا ہوگی او ور بچپن سے ہی ان کے اندر اسلام کی خدمت کی رغبت ہوگی۔

(خطبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرمودہ 4 دسمبر 1953ء)

سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اس نصیحت کو بھی ہمیں ہمیشہ سامنے رکھنے کی ضرورت ہے کہ:

”میں ان امیر لوگوں سے بھی کہوں گا کہ وہ بھی ۔۔۔اپنی قربانیوں کے معیار کو بڑھائیں ۔۔۔۔۔ خوش حال لوگوں کو بھی اپنے جائزے لینے چاہئیں۔“

نیز فرمایا:

”۔۔۔۔نظام وصیت کے ساتھ نظام خلافت کا بھی گہرا تعلق ہے۔ اب نظام وصیت کے ساتھ ہی قربانیوں کے معیار بھی بڑھنے ہیں تو پہلے قربانیوں کی عادت ڈالنے کیلئے تحریک جدید کا نظام ہی ہے اس طرف بھی توجہ دینی ہوگی۔ پس اس طرف توجہ کریں۔

اللہ تعالیٰ جماعت کے آسودہ حال طبقے کو بھی اس طرف توجہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بعض اچھا کمانے والے بہت توجہ کرتے ہیں لیکن ابھی اس میں مزید لوگوں کو شامل کرنے کی جو اپنے وسائل کے مطابق چندہ دیں بہت گنجائش موجود ہے۔ غریب تو جیسا کہ میں نے کہا قربانی میں بہت بڑھ گیا ہے لیکن امیروں کو بھی اس طرف توجہ دینی چاہیے۔“

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 03 نومبر 2023ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی۔ صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو۔ پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے۔ اور کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اسکی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی۔ کیوں کہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔

(مجموعہ اشتہارات، جلد سوم، صفحہ ۴۹۷)

رمضان کا مبارک مہینہ چل رہا ہے۔ اس مہینہ کو اللہ کی راہ میں مالی قربانی پیش کرنے سے بہت مناسبت ہے اور اس اعتبار سے بھی کہ اس ماہ میں مالی قربانی کرنے والوں کی اطلاع بغرض دُعا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں بھی دی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام اور احمدیت کی اشاعت اور خدا کی بادشاہت دنیا میں قائم کرنے کیلئے اپنی جان، مال، وقت اور عزت کی قربانی پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

⁂

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”علم سے مراد منطق یا فلسفہ نہیں ہے
بلکہ حقیقی علم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے عطا کرتا ہے۔“

(ملفوظات، جلد 1، صفحہ 195)

طالب دُعا: افراد خاندان محترم ڈاکٹر خورشید احمد صاحب مرحوم جماعت احمدیہ ارول (بہار)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”اگر خدا تعالیٰ سے سچا تعلق
حقیقی ارتباط قائم کرنا چاہتے ہو، تو نماز پر کاربند ہو جاؤ۔“

(ملفوظات، جلد 1، صفحہ 108)

Courtesy:Alladin Builders e-mail: khalid@alladinbuilders.com

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں ✡ مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا
کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ ✡ وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

طالب دعا: برہان الدین چراغ ولد چراغ الدین صاحب مرحوم مع فیملی، افراد خاندان و مرحومین، ننگل باغبانہ، قادیان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

مجھ کو کافر کہہ کے اپنے کفر پر کرتے ہیں مہر ✡ یہ تو ہے سب شکل اُن کی ہم تو ہیں آئینہ دار
ساٹھ سے ہیں کچھ برس میرے زیادہ اس گھڑی ✡ سال ہے اب تیسواں دعوے پہ از روئے شمار

طالب دعا: آٹو ٹریڈرز (16 مینگو لین کلکتہ 70001) دکان: 2248-5222 رہائش: 2237-8468

نماز جنازہ حاضر و غائب

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 11 ستمبر 2025ء بروز جمعرات 12 بجے دوپہر اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں اپنے دفتر سے باہر تشریف لاکر درج ذیل مرحومین کی نماز جنازہ حاضر و غائب پڑھائی۔

نمازِ جنازہ حاضر و غائب

(نماز جنازہ حاضر)

مکرم عبدالعزیز کوثر صاحب (کارڈف۔ یوکے)

۷/ستمبر ۲۰۲۵ء کو ۸۰ سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم کا تعلق تخت ہزارہ سے تھا۔ ۲۰۱۲ء سے یوکے میں مقیم تھے۔ میٹرک کرنے کے بعد سکول ٹیچر بنے اور پھر ایف اے، بی اے اور ایم اے پرائیویٹ طور پر پاس کیا۔ تمام عمر درس و تدریس سے وابستہ رہے اور سیکنڈری سکول کے ہیڈ ماسٹر کے طور پر ریٹائرڈ ہوئے۔ مرحوم صوم و صلوٰۃ کے پابند، ملنسار، شفیق، بڑے دلیر اور ایک نیک مخلص انسان تھے۔ ہمیشہ ہر ضرورت مند کی مدد کرتے رہے۔ آپ کو اسیر راہ مولیٰ ہونے کی بھی سعادت ملی۔ مخالفین آپ کا تبادلہ دور دراز علاقوں میں کروا دیتے تھے۔ لیکن آپ جس جگہ بھی رہے خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ ۱۹۷۶ء میں ایک سال کے لیے تخت ہزارہ میں امیر جماعت کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ آپ کی ایک بیٹی مکرمہ سمیرا کشور صاحبہ کو بطور ریجنل صدر لجنہ کارڈف اور دوسری بیٹی مکرمہ فرزانہ کوثر صاحبہ کو بطور صدر لجنہ روہیمپٹن خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔

(نماز جنازہ غائب)

(1) مکرم ملک سلطان احمد صاحب ابن مکرم ملک محمد احمد صاحب مرحوم (آف Ginsheim جرمنی)

۲۳/اگست ۲۰۲۵ء کو ۷۳ سال کی عمر میں لاہور میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم نے ربوہ سے ایف اے کرنے کے بعد راولپنڈی سے تین سالہ ایسوی ایٹ انجینئرنگ ڈپلومہ حاصل کیا اور پھر اسلام آباد میں ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں ملازمت کے علاوہ راولپنڈی میں ذاتی کاروبار بھی کرتے رہے۔ بعد ازاں جرمنی آگئے جہاں جماعت کے کئی تعمیراتی کاموں میں بلا معاوضہ خدمت کی توفیق پائی۔ سالہا سال تک جلسہ سالانہ جرمنی کے نائب افسر برائے ٹیکنیکل امور رہے اور نیشنل شعبہ جائیداد میں بھی لمبا عرصہ اخلاص سے عملی خدمت کی توفیق پائی۔ آپ کے علاقے میں جب تک احمدیہ مسجد کی تعمیر نہیں ہوئی آپ نے اپنے گھر کو مرکزِ نماز کے طور پر پیش کیے رکھا۔ مسجد کی تعمیر میں عملی کوشش کرتے رہے اور تعمیر کے بعد اس کی آبادی کے لیے بھی ہمیشہ کوشاں رہتے۔ مرحوم صوم و صلوٰۃ کے پابند، مخلص اور وفا شعار انسان تھے۔ خدمت خلق، غریب پروری اور صلہ رحمی آپ کے نمایاں اوصاف تھے۔ خدمتِ دین کرنے والوں کا خاص طور پر خیال رکھتے۔ خلافت سے گہرا عشق تھا۔ خدمت دین کے لیے ہمیشہ صف اول میں رہے اور مالی قربانی میں بھی مثالی تھے۔ خلیفۂ وقت کی طرف سے ہونے والی ہر تحریک میں غیر معمولی قربانی پیش کرتے۔ خلافت رابعہ میں ایک دفعہ اپنی کُل جمع پونجی ایک تحریک میں پیش کردی جس پر حضور رحمہ اللہ نے اپنے ایک خطاب میں اظہارِ خوشنودی بھی فرمایا۔ اپنے خاندان کے اکثر بزرگوں کے علاوہ تحریک جدید کے دفتر اوّل کے کئی دیگر احباب کے کھاتے بھی زندہ رکھے ہوئے تھے۔ پاکستان میں کئی خاندانوں کی مستقل مالی مدد کی بھی توفیق پاتے رہے۔ تبلیغ کا جنون تھا اور ایک باثمر داعی الی اللہ تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹا اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔ آپ مکرم محمود احمد ملک صاحب (واقف زندگی، کارکن الفضل انٹرنیشنل لندن) کے بڑے بھائی تھے۔

(2) مکرمہ سرور بیگم ملک صاحبہ اہلیہ مکرم ملک خالق داد خان صاحب مرحوم (کینیڈا)

۲۲/جون ۲۰۲۵ء کو ۸۵ سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ پنجگانہ نمازوں کی پابند، تہجد گزار، رحم دل، غریب پرور، مخلص اور باوفا خاتون تھیں۔ خلافت کے ساتھ محبت اور اخلاص کا تعلق تھا اور یہ تعلق اپنی اولاد میں بھی پیدا کیا۔ مرحومہ نے حلقہ محمود آباد کراچی میں صدر لجنہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ لازمی چندوں کی ادائیگی میں باقاعدہ اور دیگر مالی تحریکات میں بھی حصہ لیتی تھیں۔ عمر کے آخری حصے میں اپنی پوری پنشن کی آمدنی سے کراچی میں ایک لنگر سروس جاری کی جس سے بے شمار لوگوں نے فائدہ اٹھایا۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں دو بیٹیاں اور پانچ بیٹے شامل ہیں۔

(3) مکرم الحاج عبدالسلام لون صاحب (آف رشی نگر کشمیر)

۲۳/اگست ۲۰۲۵ء کو ۸۲ سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم صوم و صلوٰۃ کے پابند اور ایک بااثر شخصیت کے حامل نیک اور مخلص انسان تھے۔ مقامی صدر جماعت، نائب امیر مقامی اور دیگر مختلف جماعتی عہدوں پر کم و بیش ۶۰ سال تک خدمت کی توفیق پائی۔ خلافت کے سچے مطیع اور فرمانبردار تھے اور مرکز احمدیت قادیان سے خاص عقیدت اور ارادت کا تعلق تھا۔ اپریل ۱۹۷۹ء میں جب مخالفین احمدیت نے رشی نگر بستی کے بہت سے مکانوں کو خاکستر کر دیا تھا تو مخدوش حالات میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی جس کے آپ سیکرٹری اور فعال رکن تھے۔ سرکاری محکمہ تعلیم میں ۱۹۶۵ء میں بحیثیت استاد متعین رہے اور ریٹائرمنٹ تک محنت اور ایمانداری سے اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ جہاں موقع ملتا لوگوں تک احمدیت کا پیغام بھی پہنچاتے تھے۔ آپ کی خوبیوں کی وجہ سے غیر احمدی افسران بھی آپ کو بڑی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ پسماندگان میں ایک بیٹی اور پانچ بیٹے شامل ہیں۔

(4) مکرمہ نصرت شاہین صاحبہ اہلیہ مکرم خالد نعیم صاحب شہید (کینیڈا)

۳۱/جولائی ۲۰۲۵ء کو ۶۶ سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ کا سارا خاندان دین کی راہ میں قربانیاں دینے والا تھا۔ آپ کے والدین اور شوہر شہید ہوئے اور بھائی اسیر راہ مولیٰ رہے۔ آپ جولائی ۲۰۱۹ء میں اپنے بچوں کے ساتھ کینیڈا آگئی تھیں۔ مرحومہ پنجوقتہ نمازوں کی پابند، تہجد گزار، بڑی مخلص اور دیندار خاتون تھیں۔ آپ نے اپنی زندگی جماعت کی خدمت کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ ضلع میرپور خاص کی صدر لجنہ اور محاسبہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ پیشے کے لحاظ سے صحت کے شعبے سے وابستہ تھیں اور طاہر ہسپتال نگر پارکر میں کئی سال بغیر معاوضے کے خدمت کرتی رہیں اور وہاں سینکڑوں غریب مریضوں کا مفت علاج کرنے کے علاوہ اُن کی مالی مدد بھی کرتی رہیں۔ اس دوران آپ پر جان لیوا حملے بھی ہوئے لیکن اللہ نے آپ کو محفوظ رکھا۔ پسماندگان میں ایک بیٹا اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔

(5) عزیزم ماہر ندیم ابن مکرم ندیم ارشد صاحب (کوٹ عبدالمالک ضلع شیخوپورہ)

۱۹/اگست ۲۰۲۵ء کو ۱۳ سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ صوم و صلوٰۃ کے پابند، ہمدرد، ملنسار، مخلص اور باوفا انسان تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ آپ والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ پسماندگان میں والدین شامل ہیں۔ آپ مکرم فرقان احمد صاحب کے رشتے میں بھانجے تھے۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

***

ارشاد
حضرت
امیر المومنین
خلیفۃ المسیح الخامس

’’کوئی نیکی اس وقت تک نیکی نہیں رہتی جب تک خدا تعالیٰ کی صفت رحیمیت کے ساتھ انسان چمٹا رہنے کی کوشش نہ کرے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10/اپریل 2015)

طالب دعا: ناصر احمد ایم.بی (R.T.O) ولد مکرم بشیر احمد ایم.اے (جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک)

ارشاد
حضرت
امیر المومنین
خلیفۃ المسیح الخامس

’’وہ آلہ اور وہ ہتھیار جن سے اسلام کو دنیا پر غالب کیا جا سکتا ہے بندے کی وہ دعائیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل کو اپنی طرف کھینچتی ہیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19/جون 2015)

طالب دعا: مصدق احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

M.F. STEELS & ALUMINIUM

Deals in All types of
Aluminium chennels, Section &
Steels, Pipes, Tubes, ACP, Sheet etc.

Sk. Muneer Ahmed
☎ 7008220172 9437147910
ahmedmuneersk@gmail.com

طالب دعا : شیخ منیر احمد (جماعت احمدیہ بھدرک، صوبہ اڈیشہ)

Manufacturer and Retailer of Leather Fashion Accessories and Bags.
Specialized in the Desing and Production of Quality & Sale Online Platform
Like Flipkart, Amazon, Meesho. & Product Key Word is "*Grizzly Wallet*"
6294738647 mygrizzlyindia@gmail.com, Web:www.mygrizzlyindia.com
mygrizzlyindia mygrizzlyindia mygrizzlyindia

طالب دعا : عطاء الرحمٰن (بھاٹی پوٹا، ضلع ساؤتھ 24 پرگنہ) مغربی بنگال

مجلس عرفان

کوئی بھی ایسا عمل جو ایمان کو مضبوط کرے اور انسانیت کو فائدہ پہنچائے، اللہ کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ ہے

جو بھی کام آپ کریں جو دوسروں کو فائدہ پہنچائے یا ان کی خدمت کرے، وہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ ہے

- اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ظلی نبی آسکتا ہے تو کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد بھی کوئی ظلی نبی آسکتا ہے
- آپ نے 2017ء میں کیا دیکھا کہ آپ نے بدری صحابہ اور دیگر اسلامی تاریخ پر خطبات کا آغاز کرنے کا فیصلہ کیا
- خدا تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی آزمائش کیوں کرتا ہے
- اکثر خدام ہر طرف سے مشکلات دیکھ رہے ہوتے ہیں جیسے Finances، قریبی رشتوں میں مسئلے ہوتے ہیں، کیریئر میں مسئلے ہوتے ہیں۔ یہ Spiritual Cycle میں ڈال دیتا ہے جیسے بندہ گرتا ہے پھر اُٹھتا ہے پھر گرتا ہے نیز راہنمائی طلبہ کی کہ ہم ایسا کیا کر سکتے ہیں کہ ہم کھڑے ہی رہ جائیں اور ہمارا ایمان مضبوط ہو جائے۔

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ مجلس خدام الاحمدیہ گلف ریجن امریکہ کے تیسرے وفد کی ملاقات

(بقیہ شمارہ نمبر 8)

مزید برآں حضورِ انور نے فرمایا کہ آپ صدر احمدیہ میڈیکل ایسوسی ایشن امریکہ سے رابطہ کریں، جنہوں نے پہلے ہی ایک جامع منصوبہ تیار کیا ہے اور اس منصوبے کو حاصل کر کے اس کے نفاذ پر غور کریں۔

اس مجلس میں پیش کیا جانے والا اگلا سوال یہ تھا کہ **اگر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ظلّی نبی آسکتے ہیں تو کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد بھی کوئی ظلّی نبی ہوسکتا ہے؟**

حضورِ انور نے اس کے جواب میں فرمایا کہ بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اور مسیح کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کی تھی کہ مسیح موعود اور مہدی معہودؑ کا درجہ نبی کا ہوگا اور وہ شریعت کو جاری کرنے کے لیے آئیں گے۔ حدیثوں سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو زمانے کی تقسیم کی تھی، وہ پہلے زمانۂ نبوت، پھر خلافت، پھر بادشاہت، پھر ظالم بادشاہت اور آخر میں مسیح موعود کے آنے کے زمانے کا ذکر کیا، جو اسلام کی revival کا وقت ہوگا۔ اس میں مسیحِ موعودؑ کا آنا ضروری تھا۔

تو ایک نبی کے آنے کا ذکر ملتا ہے، لیکن اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی صفات کا کام بند نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ طاقت والا ہے، وہ چاہے تو کسی وقت نبی بھیج سکتا ہے۔ اس لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم لوگ صحیح نہیں ہو گے، تو ہوسکتا ہے کہ کسی زمانے میں کوئی جلالی نبی آجائے جو سخت ہو، مگر مَیں نرم تعلیم لے کر آیا ہوں۔ مَیں چاہتا ہوں کہ بات نرمی سے ہو، پیار سے ہو، اسلام کی تعلیم آرام اور پیار سے پہنچائی جائے۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ کسی کو بھیج سکتا ہے، لیکن یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ جو بھی آئے گا، وہ مسیحِ موعود کے ماننے والوں میں سے ہی ہوگا۔ یہ نہیں ہوگا کہ کوئی باہر سے آ کر نبی بن جائے۔

لیکن حدیثوں میں جو ذکر ملتا ہے، اس سے یہی واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مسیحِ موعود کے نبی کے طور پر آنے کی پیشگوئی کی تھی، اس کے بعد کوئی نہیں آئے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی صفات تو بند نہیں ہوسکتیں، اس لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ مَیں یہ نہیں کہتا کہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی آئے گا تو وہ میرے ماننے والوں میں سے ہی آئے گا، میرے پیروکاروں میں سے آئے گا یا اللہ تعالیٰ اس وقت، جب تک خلافت قائم رہتی ہے، ہوسکتا ہے کہ کسی خلیفہ کو کوئی ایسا درجہ دے دے، وہ کہہ دے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے۔ نبوت کیا ہے؟ اس کا مطلب خبر دینا ہی ہے۔ تو اللہ کا پیغام لے کے آگے خبر پہنچانا اور سختی سے عمل کروانا یہ باتیں وہ کروا سکتا ہے۔

ایک خادم نے عرض کیا کہ میرا سوال یہ ہے کہ **آپ نے ۲۰۱۷ء میں کیا دیکھا کہ آپ نے بدری صحابہؓ اور دیگر اسلامی تاریخ پر خطبات کا آغاز کرنے کا فیصلہ فرمایا؟**

اس پر حضورِ انور نے فرمایا کہ مَیں ٹاپک (topic) تلاش کر رہا تھا کہ کیا کروں۔ کیونکہ بہت سارے تربیتی اور تبلیغی ٹاپکس پر خطبات تو مَیں پہلے ہی دے چکا ہوں، پندرہ سولہ سال دیے تھے۔

پھر مجھے خیال آیا کہ صحابہؓ کے اوپر مَیں خطبات کا سلسلہ شروع کروں۔ پھر مَیں نے وہ شروع کیا تا کہ ہمیں تھوڑی تاریخ پتا لگے اور اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے کہ صحابہؓ تمہارے لیے اسوۂ حسنہ ہیں ان کے نقشِ قدم پر چلو۔ ان میں سے ہر ایک تمہارے لیے ایک ستارے کی طرح ہے، اس کے پیچھے چلو گے، تو وہ تمہیں گائیڈ کرے گا۔ پھر مَیں نے کہا کہ یہ تو بہت لمبی چیز بن جائے گی پھر اس کو سمیٹنا مشکل ہوگا۔

پھر بدری صحابہؓ کی طرف دھیان گیا اور مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام بھی دیکھ لیا کہ جنگِ بدر کا قصّہ مت بھولو۔ اس کی بنیاد پر مَیں نے پھر بدر کے صحابہ کا ذکر شروع کر دیا اور وہ سارے بیان ہو گئے۔ اس لیے ابھی جنگوں کے حوالے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت آ رہی ہے تا کہ اس میں آپؐ کا جو اسوۂ حسنہ ہے، جو سیرت ہے، جو نمونہ آپؐ نے قائم کیا، وہ لوگوں کو پتا لگے۔ بہت سارے نئے سبق سامنے آ جاتے ہیں۔

تو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا بیان ختم ہو جائے گا تو بدری صحابہؓ کا ذکر بھی یہاں ختم ہو جائے گا۔ پھر دیکھیں گے، اللہ میاں نے کوئی اَور مضمون سکھانا ہوگا، تو سکھا دے گا۔

ایک خادم نے حضورِ انور کی خدمت میں عرض کیا کہ پیارے حضور! میرا سوال ہے **خدا تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی آزمائش کیوں کرتا ہے؟**

حضورِ انور نے اس پر فرمایا کہ ان کی نیکیوں کا اور زیادہ اجر دینے کے لیے۔ پھر اگلے جہان میں جا کے ان کو بہت سارے reward دیتا ہے جو آزمائش پر پورا اُترتے ہیں۔

اور اس لیے اللہ تعالیٰ کہتا ہے وہاں سارے لوگ صحت مند بھی ہوں گے، آزمائش سے خالی بھی ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو دیکھ رہے ہوں گے۔ کیونکہ ہمارے ایمان کے مطابق مستقل زندگی eternal life تو اگلا جہان ہی ہے۔ یہاں تو پچاس ساٹھ سال یا ستّر اسّی سال کوئی بندہ زندہ رہ کر چلا جائے گا۔ تو اس میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ پھر مَیں reward دیتا ہوں جو یہاں اچھا اس آزمائش سے گزر جاتے ہیں، لیکن جو ناشکرے ہوتے ہیں ان کو پھر اللہ تعالیٰ وہ reward نہیں دیتا، جو شکر گزاروں کو دیتا ہے۔

انبیاء پر بھی بہت زیادہ آزمائشیں آتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی صحابیؓ نے ہاتھ لگایا، کہا کہ اتنے گرم! آپؐ کو بخار بھی ہوتا ہے، آپؐ اس تکلیف سے گزر رہے ہیں، آپؐ کو تکلیف بھی ہوسکتی ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تمہارے سے زیادہ تکلیفیں ہوتی ہیں، لیکن میری برداشت بھی اللہ تعالیٰ نے بڑی رکھی ہوئی ہے اور مَیں اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کرتا رہتا ہوں۔

بہت ساری تکلیفیں ہیں، کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے نہیں گزرے، جنگِ اُحد میں ان سے کیا ہوا؟ کتنے زخمی ہوئے، کیل اندر کُھب گئے، دانت ٹوٹ گئے، خون وخون ہو گئے، چلا نہیں جا رہا تھا۔ طائف میں آپؐ سے کیا سلوک کیا گیا، پتھروں سے مار مار کے لہولہان کر دیا گیا، جوتوں کے اندر تک خون آ گیا۔ مکّہ میں جب تھے تو اوجڑی سجدے کے دوران آپؐ کے اوپر ڈال دی گئی، گلے میں پھندا ڈال کے کھینچنا شروع کر دیا گیا۔ پھر اور تکلیفیں بخار وغیرہ، اس قسم کی بیماریاں بھی رہیں، لیکن اس آزمائش پر پورے اُترے۔ اس لیے سب سے زیادہ اجر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مل رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے زیادہ آزمائشیں تمہیں نہیں آئیں۔

ایک خادم نے حضورِ انور کی خدمت میں عرض کیا کہ **اکثر خدام ہر طرف سے مشکلات دیکھ رہے ہوتے ہیں**

جیسے finances، قریبی رشتوں میں مسئلے ہوتے ہیں، کیریئر میں مسئلے ہوتے ہیں، تو یہ spiritual cycle میں ڈال دیتا ہے۔ جیسے بندہ گرتا ہے، پھر اُٹھتا ہے، پھر گرتا ہے۔ نیز راہنمائی طلب کی کہ ہم ایسا کیا کر سکتے ہیں کہ ہم کھڑے ہی رہ جائیں اور ہمارا ایمان مضبوط ہو جائے؟

حضورِانور نے اس پر سمجھایا کہ بات یہ ہے کہ آزمائش تو آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود قرآنِ شریف میں کہہ دیا ہے کہ مَیں تم لوگوں کو آزماتا ہوں، تکلیفوں میں ڈالتا ہوں، مشکلات میں ڈالتا ہوں، بیماریوں میں ڈالتا ہوں اور جو نیک لوگ ہوتے ہیں، وہ یہی کہتے ہیں کہ انا للہ وانا الیہ راجعون! یعنی ہم اللہ کے لیے ہیں اور اللہ کی طرف ہی ہم نے جانا ہے۔ ہم ہر چیز اللہ تعالیٰ کی خاطر برداشت کریں گے۔ اور یہ مشکلات جو آتی ہیں یہ تو اس دنیا کا ایک common feature بن چکا ہے۔ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کو مانتا ہے یا نہیں مانتا، اس پر بھی اچھے وقت بھی آتے ہیں اور بُرے وقت بھی آتے ہیں۔ قرآنِ شریف میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔ یعنی تنگی کے بعد آسانی۔ آسانی کے بعد تنگی ہے۔ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے رکھی ہیں تا کہ لوگوں کو آزماتا بھی رہے کہ کس حدّ تک وہ شکر گزاری کرتے ہیں۔

باقی ایک سسٹم ہے، ایک کامن اصول بھی دنیا میں ہے، بزنس میں لے لیں یا عام طور پر کہ ہر ایک rise کا ایک fall ہوتا ہے یا اکنامکس میں بھی کہتے ہیں کہ اگر آپ بڑا flourish کر رہے ہیں تو ایک نقطے پر پہنچ کے diminishing return شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں فنانس والے، اکنامکس والے بھی بیٹھے ہیں انہوں نے پڑھا ہوگا۔ یہ تو ایک نیچرل چیز ہے۔ نیچر کے لاء کے مطابق چل رہا ہے۔ تو یہ سسٹم اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بنایا ہوا ہے۔

ہاں! بعض لوگ ہوتے ہیں، وہ بڑی اچھی حالت میں رہتے ہیں، لیکن بعض کو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ان کو مَیں اتنا دیتا ہوں کہ وہ پھر اس سے پاگل ہی ہو جاتے ہیں، دماغ خراب ہو جاتا ہے، لیکن ایک وقت میں وہ بھی آ کے پکڑے جائیں گے اور اگر اس دنیا میں نہیں تو اگلے جہان میں، پھر مَیں ان کو اچھی طرح گھولوں گا۔

اب یہ جو سعودی عرب میں آئل منی ہے یا عرب ملکوں میں اس کا غلط استعمال کر رہے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بڑے اچھے ہیں اور ان کو کچھ نہیں ہوگا، لیکن ان کے بھی حالات خراب ہو رہے ہیں۔ قذافی کو انہوں نے ستیاناس کر دیا، پھر عراق میں ہو گیا، اب بشار الاسد کے ساتھ کیا کچھ کر رہے ہیں۔ تو اسی طرح ان لوگوں کے ساتھ بھی ہوتا رہتا ہے اور جو یہاں نہیں ہوتا وہ اگلے جہان میں جا کر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اگر مَیں کسی کو یہاں نہیں پکڑوں گا تو اگلے جہان میں پکڑ لوں گا۔ لیکن پکڑوں گا ضرور۔

تو اس دنیا کی زندگی کو جو سب کچھ سمجھتے ہیں وہ مومن تو نہیں ہیں۔ مومن تو وہی ہے جو اس دنیا کو عارضی ٹھکانہ سمجھ کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے کہ اگلے جہان میں اس کی بچت ہو جائے۔

تو یہ ایک نظام ہے جو چل رہا ہے۔ یہ کہنا کہ ہم صرف عیاشیاں کرتے کرتے چلے جائیں اور اگلے جہان میں بھی عیاشیاں ہی کرتے رہیں، یہ نہیں ہوگا، یہاں آزمائے جاؤ گے تو اگلے جہان میں reward بھی ملے گا۔

قرآنِ شریف میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ قارون کی بڑی دولت تھی۔ اس کے جو boxes تھے یا ان کی جو چابیاں تھیں، ان کو اُٹھانے کے لیے بھی کئی اونٹوں اور ہاتھیوں کے اوپر ڈالا جاتا تھا۔ تو بعض لوگ جن کو دین کا اتنا علم نہیں تھا، کہتے تھے کہ اَے کاش! ہمارے پاس بھی دولت ہو۔ زلزلہ آیا تو سب کچھ غرق ہو گیا۔ اس کی حالت دیکھ کے جو دوسرے لوگ تھے، وہ کہنے لگے کہ ہم تمہیں کہتے نہیں تھے کہ اس کو نہ دیکھو۔ تو وہ کہتے تھے کہ اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے پاس یہ نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے جس طرح اس کو تباہ کر دیا، ہمیں بھی تباہ کر دیتا۔

تو یہ تو مختلف دنیا میں نمونے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کا سسٹم ہے کہ آزماتا ہے اور دیتا بھی ہے، اوپر نیچے، اُتار چڑھاؤ بھی ہوتا رہتا ہے۔

مذہبی دنیا میں عبادتوں میں بھی ایک جیسا سٹیٹس (status) نہیں رہتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے کہ آپؐ عبادت کرتے تھے، کئی راتیں ایسی گزریں کہ ساری ساری رات کھڑے رہے، اتنی دیر تک نیّت باندھ کے کھڑے رہے کہ پاؤں سوج گئے، ٹانگوں میں وَرم ہو گیا، خون بہنے لگ گیا۔ یا سجدے میں چلے گئے تو اتنا لمبا سجدہ ہوا کہ بعض لوگ ساتھ نماز پڑھنے والے کہتے تھے کہ لگتا تھا کہ ہمارے ناک میں سے خون بہنے لگ جائے گا۔ لیکن ہر روز تو نہیں ایسا ہوتا تھا۔ عام حالت میں کم سجدے بھی ہوتے تھے۔

تو یہ اُتار چڑھاؤ تو آتا ہے، زندگی کا حصّہ ہے، چاہے وہ روحانی زندگی ہے یا مادی دنیا کی زندگی ہے۔

ملاقات کے اختتام پر تمام شاملینِ مجلس کو حضورِانور کے ہمراہ گروپ تصویر بنوانے کی بھی سعادت حاصل ہوئی اور یوں یہ ملاقات بخیر وخوبی انجام پذیر ہوئی۔ (بشکریہ الفضل انٹرنیشنل 19 دسمبر 2024ء)

☆......☆......☆

تصحیح

بدر کے شمارہ نمبر 6-7 تاریخ مورخہ 12-05 فروری 2026ء مصلح موعودؓ نمبر میں صفحہ نمبر 7 پر بعنوان ’’سلطان البیان حضرت مصلح موعود کا عشق قرآن‘‘ کے تبرکات میں سہواً 14 / مارچ 1914ء کے بجائے 1917ء طبع ہو گیا ہے۔ قارئین اسکی درستی فرمالیں۔ ادارہ اس غلطی پر معذرت خواہ ہے۔ (ادارہ)

داخلہ دارالصناعت قادیان سیشن 2026-27

(احمدی طلباء متوجّہ ہوں داخلہ شروع ہے)

دارالصناعت قادیان کا قیام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری وخصوصی راہ نمائی سے 2010 میں ہوا۔ ادارہ کا خاص مقصد احمدی طلباء کو ہنرمند بنانا اور ٹیکنیکل کورس سکھا کر روزگار کے مواقع پیدا کرنا ہے۔ دارالصناعت قادیان سرکاری ادارہ NSIC دہلی اور ISO رجسٹرڈ ہے۔ جسمیں ایک سال کے مندرجہ ذیل کورسز کروائے جاتے ہیں۔

1.Computer applications 2.Plumbing 3.Electrician
4.Motor vehicle mechanic 5.Diesel mechanic 6.welding
7.Ac & refrigerator

بیرون قادیان سے آنے والے احمدی طلباء کے لیے Hostel و Mess کا انتظام موجود ہے۔ رہائش اور Food کی کوئی فیس نہیں ہے۔ صرف کورس کی بورڈ فیس آسان اقساط میں لی جاتی ہے۔ ایسے احمدی نوجوان جو اپنے اسکول کی تعلیم مکمّل نہیں کر سکے یا 8th اور 10th کے بعد ٹیکنیکل کورس کرنے کے خواہشمند ہوں داخلہ کے لیے جلد رابطہ کریں۔ احمدی بچّوں کی دینی تعلیم کا بھی انتظام موجود ہے۔ نئے سیشن 2026-27 کے لئے داخلہ شروع ہو گیا ہے۔ جسکی کلاسز 1 اگست 2026 سے شروع ہوں گی۔

مزید معلومات کے لیے مندرجہ ذیل نمبرز و email.id پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

darulsanaat.qadian@gmail.com

*9872725895/8604024043

(پرنسپل دارالصناعت قادیان)

اعلان برائے اسامی ڈرائیور صدر انجمن احمدیہ قادیان

شرائط

(1) اُمیدوار کی عمر 18 سال سے زائد اور 40 سال سے کم ہو۔

(2) اُمیدوار کم از کم دسویں پاس ہو۔

(3) اُمیدوار کے پاس فور وہیلر گاڑی چلانے کا Valid لائسنس ہونا ضروری ہے۔

(4) اُمیدوار کے لئے ضروری ہوگا کہ اس کے پاس کسی سرکاری یا نجی ادارہ میں ڈرائیونگ کا کم از کم 2 سال کا تجربہ ہو۔ نیز اپنی درخواست کے ساتھ مذکورہ ادارہ جس میں اُمیدوار نے تجربہ حاصل کیا ہے وہاں کا Experience Certificate پیش کرنا بھی اُمیدوار کے لئے لازمی ہے۔

(5) اُمیدوار کے لئے اپنا Birth Certificate جمع کرنا ضروری ہے۔

(6) اُمیدوار کے لئے تحریری ٹیسٹ اور انٹرویو میں کامیاب ہونا ضروری ہوگا۔

(7) تحریری ٹیسٹ اور انٹرویو میں کامیاب ہونے والے اُمیدواران کا ڈرائیونگ ٹیسٹ بھی لیا جائیگا۔

(8) اُمیدوار کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ نور ہسپتال قادیان سے میڈیکل فٹنس سرٹفکیٹ کے مطابق صحتمند اور تندرست ہو۔

(9) اُمیدوار ڈرائیور کو تقرری کے بعد درجہ دوئم کے برابر الاؤنس اور دیگر سہولیات دی جائے گی۔

(10) سلیکشن کی صورت میں اُمیدواران کو قادیان میں ابتدائی پانچ سال تک اپنی رہائش کا انتظام خود کرنا ہوگا۔

(11) اُمیدوار کے اخراجات سفر خرچ قادیان آمد و رفت اپنے ہوں گے۔

نوٹ:۔ تحریری امتحان، انٹرویو و ڈرائیونگ ٹیسٹ کی تاریخ سے اُمیدواران کو بعد میں مطلع کیا جائیگا۔

مزید معلومات کے لئے رابطہ کریں

نظارت دیوان صدر انجمن احمدیہ قادیان پن کوڈ: 143516

موبائل: 09682627592, 09888232530 **دفتر:** 01872-501130

e-mail: diwan@qadian.in

JYOTI TIMBER TRADERS
Deals in:Teak,Sal,Piasal,
Gambhari,Accasia etc.
SK ZAHID AHMAD, AT : Kuansh.
P.O/Dist - Bhadrak - 756100 (Odisha)
Mobile No. 9437113564 - 9437185000
طالب دعا : شیخ زاہد احمد (جماعت احمدیہ بھدرک، صوبہ اڈیشہ)

خطبہ جمعہ بطرز سوال وجواب

غزوۂ حنین کے واقعات اور انصار کی مثال

اطاعت، اخلاص اور قربانی کے روحانی اسباق

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 26 ستمبر 2025 بطرز سوال وجواب
بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال غزوۂ حنین میں مالِ غنیمت کس اصول کے تحت تقسیم کیا گیا؟

جواب حضور انور نے فرمایا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالِ غنیمت کو حکمت اور دینی مصلحت کے تحت تقسیم فرمایا۔ خمس (پانچواں حصہ) مؤلّفۃ القلوب یعنی نومسلم سردارانِ قریش اور مختلف عرب قبائل کو دیا گیا تا کہ ان کے دل اسلام کی طرف مزید مائل ہوں، ایمان مضبوط ہو اور اسلام کی اجتماعی قوت میں اضافہ ہو۔ یہ تقسیم کسی ذاتی ترجیح کی بنیاد پر نہیں بلکہ اسلام کی وسیع مصلحت کے پیشِ نظر تھی۔

سوال بعض انصار کے دل میں کیا خیال پیدا ہوا؟

جواب حضور انور نے فرمایا کہ کچھ نوجوان انصار کے دل میں وقتی طور پر یہ خیال پیدا ہوا کہ قریش کو زیادہ حصہ دیا جا رہا ہے، حالانکہ انصار نے ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی، جان و مال کی قربانیاں دیں اور اسلام کے قیام میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ یہ ایک انسانی فطری احساس تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محبت سے دور فرمایا۔

سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو کس انداز میں مخاطب فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو الگ جمع کر کے نہایت شفقت، محبت اور حکمت سے خطاب فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یاد دلایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے انہیں گمراہی سے ہدایت، دشمنی سے بھائی چارہ اور غربت سے خوشحالی عطا فرمائی۔ اس انداز نے انصار کے دلوں کو مزید نرم اور مطمئن کر دیا۔

سوال انصار کے لیے سب سے بڑی سعادت کیا بیان کی گئی؟

جواب حضور انور نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار سے فرمایا کہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ لوگ دنیاوی مال لے جائیں جبکہ تم اللہ کے رسول کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ یعنی حقیقی کامیابی اور سعادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت اور روحانی تعلق ہے، نہ کہ دنیاوی مال و دولت۔

سوال انصار کی عظمت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کی بے مثال وفاداری اور اخلاص کو سراہتے ہوئے فرمایا کہ اگر لوگ ایک راستہ اختیار کریں اور انصار دوسرا، تو میں انصار کا راستہ اختیار کروں گا۔ یہ انصار کے مقام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا عظیم اظہار تھا۔

سوال انصار کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کیا تھی؟

جواب حضور انور نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: اے اللہ! انصار پر، ان کی اولاد پر اور ان کی آنے والی نسلوں پر اپنا خاص رحم اور فضل نازل فرما۔ یہ دعا انصار کی قربانیوں کی قدردانی اور ان کے مقام کی دلیل ہے۔

سوال انصار کا ردِعمل کیا تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبت بھرے الفاظ سن کر انصار جذباتی ہو گئے، ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور انہوں نے عرض کیا کہ ہمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اور محبت ہی کافی ہے، ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقسیم پر پوری طرح راضی ہیں۔

سوال اس واقعہ سے کیا بنیادی سبق حاصل ہوتا ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا کہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی قربانی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہونی چاہیے۔ مومن کو دنیاوی فائدہ، مال یا منصب کی امید کے بغیر اخلاص کے ساتھ خدمت کرنی چاہیے اور اللہ کے فیصلوں پر کامل رضا اختیار کرنی چاہیے۔

سوال حضرت مصلح موعودؓ نے اس واقعہ سے کیا نصیحت اخذ فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے اس واقعہ کی روشنی میں نصیحت فرمائی کہ اگر قربانی دنیاوی مفاد یا ذاتی فائدے کے لیے ہو تو اس کی روح ختم ہو جاتی ہے۔ حقیقی قربانی وہی ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کی جائے اور جس میں ذاتی خواہش شامل نہ ہو۔

سوال انصار اللہ کے لیے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی نصیحت کیا ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا کہ انصار اللہ کو چاہیے کہ خدمت، تجربہ یا قربانی کی بنیاد پر دل میں کوئی ذاتی توقع پیدا نہ ہونے دیں۔ اگر ایسا احساس آئے تو فوراً اسے دور کر کے اخلاص، عاجزی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھیں۔

سوال بدوؤں کے واقعہ سے کون سا اخلاقی سبق ملتا ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدتمیزی اور سخت رویّے کے باوجود حلم، صبر، برداشت اور سخاوت کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ اخلاقی معیار دشمنی یا سختی کے وقت بھی قائم رہنا چاہیے۔

سوال مالِ غنیمت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بنیادی اصول کیا تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح فرمایا کہ مجھے مال میں سے ایک بال کے برابر بھی ذاتی ضرورت نہیں۔ خمس بھی ذاتی استعمال کے لیے نہیں بلکہ اجتماعی فلاح، دینی کاموں اور معاشرتی بھلائی کے لیے ہوتا تھا۔

سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت کی نمایاں مثال کیا ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو بکریوں کا پورا ریوڑ عطا فرمایا۔ اس غیر معمولی سخاوت سے متاثر ہو کر وہ شخص اپنی قوم کے پاس گیا اور انہیں بتایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی سخاوت کرتے ہیں جیسے کسی کو فقر کا خوف نہ ہو، جس سے لوگوں کے دل اسلام کی طرف مائل ہوئے۔

سوال مرحوم مکرم فہیم الدین ناصر صاحب کی نمایاں خوبیاں کیا تھیں؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مرحوم اخلاص، عبادت گزاری، تبلیغ دین کا شوق، خلافت سے گہری محبت، عاجزی، خدمت دین کا جذبہ، خوش اخلاقی اور آخر دم تک وفاداری جیسی اعلیٰ صفات کے حامل تھے اور اپنی زندگی میں دین کی خدمت کو مقدم رکھتے رہے۔

* * *

خطبہ جمعہ بطرز سوال وجواب

صفتِ السلام:

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں امن، اخلاص اور مثالی معاشرے کی تعمیر

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ یکم جون 2007 بطرز سوال وجواب
بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال اللہ تعالیٰ کی صفت السلام کا حقیقی مفہوم کیا ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: صفت السلام اس حقیقت کو ظاہر کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عیب، کمزوری، ظلم اور نقص سے پاک ہے اور حقیقی امن، سکون اور سلامتی کا سرچشمہ ہے۔ دنیا کی ہر سلامتی عارضی ہو سکتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ سلامتی دائمی اور حقیقی ہوتی ہے۔ جب انسان اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط کرتا ہے تو اس کے دل میں اطمینان، یقین اور روحانی سکون پیدا ہوتا ہے۔

سوال اسلام میں سلامتی کا تصور کس قدر بنیادی اہمیت رکھتا ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اسلام کا پیغام ہی امن، محبت اور سلامتی ہے۔ لفظ ’’اسلام‘‘ بھی امن اور اطاعت کے مفہوم کو ظاہر کرتا ہے۔ اسلام انسان کو سکھاتا ہے کہ وہ اپنے رب کے ساتھ بھی امن میں رہے اور مخلوق کے ساتھ بھی خیر خواہی اور انصاف کا سلوک کرے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام فرد کی اصلاح کے ساتھ معاشرے کی اصلاح پر بھی زور دیتا ہے۔

سوال قرآن کریم صفت السلام کے حوالے سے کیا تعلیم دیتا ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کو السلام قرار دے کر یہ واضح کرتا ہے کہ حقیقی امن اسی کی طرف سے ہے۔ قرآن عدل، احسان، صلح، معافی اور حسنِ اخلاق کی تعلیم دیتا ہے تا کہ انسان معاشرتی زندگی میں فساد اور ظلم سے بچ کر امن کو فروغ دے۔ قرآن بار بار مومنوں کو صلح جوئی اور امن کے راستے کی طرف بلاتا ہے۔

سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلامتی کے قیام کے لیے کون سا عملی نمونہ پیش فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی امن اور رحمت کا عملی نمونہ ہے۔ مکہ میں سخت مخالفت کے باوجود صبر اور برداشت، مدینہ میں مختلف مذاہب اور قبائل کے ساتھ میثاقِ مدینہ کے ذریعے امن کا قیام، اور فتح مکہ کے موقع پر دشمنوں کو عام معافی دینا اس بات کی واضح مثالیں ہیں کہ اسلام کا مقصد امن اور اصلاح ہے نہ کہ انتقام۔

سوال مسلمانوں کے درمیان باہمی سلامتی کیسے قائم کی جا سکتی ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اسلام مسلمانوں کو سلام عام کرنے، بدگمانی سے بچنے، حسد اور غیبت سے دور رہنے، ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے اور نرمی و محبت اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ جب ہر فرد دوسرے کی عزت اور حق کا خیال رکھتا ہے تو معاشرے میں خود بخود امن قائم ہو جاتا ہے۔

سوال سلام (السلام علیکم) کی اسلامی اہمیت کیا ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: سلام دراصل ایک جامع دعا ہے جس میں ہم دوسرے شخص کے لیے امن، رحمت اور برکت کی دعا کرتے ہیں۔ اس عمل سے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے، فاصلے کم ہوتے ہیں اور معاشرے میں مثبت اور خوشگوار ماحول پیدا ہوتا ہے۔

سوال حقوق العباد کی ادائیگی معاشرتی سلامتی میں کیسے مدد دیتی ہے؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: حقوق العباد کا خیال رکھنا معاشرتی امن کی بنیاد ہے۔ جب انسان دوسروں کے جان، مال اور عزت کی حفاظت کرتا ہے، انصاف کو قائم رکھتا ہے اور ظلم سے بچتا ہے تو معاشرہ امن کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ اسلام عبادات کے ساتھ حقوق العباد پر اسی لیے زور دیتا ہے۔

سوال صبر، حلم اور درگزر کا معاشرتی امن سے کیا تعلق ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: صبر اور درگزر انسان کو انتقام اور غصے سے بچاتے ہیں۔ جب لوگ غلطیوں کو معاف کرنا سیکھتے ہیں اور تحمل سے کام لیتے ہیں تو جھگڑے کم ہوتے ہیں اور محبت کا ماحول پیدا ہوتا ہے۔ یہی صفات ایک پر امن معاشرے کی بنیاد ہیں۔

سوال اختلافات کے باوجود امن کیسے برقرار رکھا جا سکتا ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اسلام اختلاف کو فطری قرار دیتا ہے مگر بدتمیزی، نفرت اور ظلم کو منع کرتا ہے۔ احترام، انصاف، مکالمہ اور صبر کے ذریعے اختلافات کو حل کرنا اسلامی تعلیمات کا حصہ ہے، جس سے معاشرتی ہم آہنگی برقرار رہتی ہے۔

سوال ایک مومن کی شخصیت میں صفت السلام کا عملی اظہار کیسے ہونا چاہیے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حقیقی مومن وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے محفوظ رہیں۔ اس کی گفتگو نرم، کردار پاکیزہ اور رویہ انصاف و محبت پر مبنی ہو۔ اس کی موجودگی دوسروں کے لیے سکون اور اعتماد کا باعث بنے۔

سوال موجودہ دور میں صفت السلام کی اہمیت کیوں بڑھ گئی ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آج دنیا میں نفرت، شدت پسندی اور اختلافات بڑھ رہے ہیں۔ ایسے ماحول میں اسلام کی تعلیمات انسانیت کو امن، برداشت اور محبت کا راستہ دکھاتی ہیں۔ صفت السلام کو اپنانا نہ صرف فرد بلکہ پوری انسانیت کے لیے نجات کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

سوال صفت السلام کو اپنی عملی زندگی میں کیسے اپنایا جا سکتا ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: نرم گفتگو، دوسروں کی عزت، انصاف، معافی، خدمتِ خلق، صبر اور مثبت سوچ کے ذریعے انسان اپنی زندگی میں صفت السلام کو عملی طور پر اپنا سکتا ہے۔ یہ چھوٹے اعمال مل کر معاشرے میں بڑے پیمانے پر امن پیدا کرتے ہیں۔

⁂

HOTEL FIRDOUS
SALANDI BY PASS (BHADRAK)
Nearest to Bus Stand & Railway Station
A/C & Non A/C Rooms, Marriage & Confrence Hall, Laundry Facility
Landline : 06784-240620 Mobile : 9078517843, 7852974737
طالب دعا : شیخ طاہر احمد (جماعت احمدیہ بھدرک، صوبہ اڈیشہ)

JYOTI SAW MILL
SAWMILL
SK. ZAHOOR AHMAD
IDCO, Plot No.2, At-Ampore
P.O Kenduapada Dist - Bhadrak - 756112 (Odisha)
Mobile No. 9861330620 & 7008841940
طالب دعا : شیخ ظہور احمد (جماعت احمدیہ بھدرک، صوبہ اڈیشہ)

وصایا

منظوری سے قبل اس لیے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی صاحب کو کسی وصیت پر کوئی اعتراض ہو تو وہ تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر دفتر بہشتی مقبرہ کو مطلع کرے۔

(سیکرٹری مجلس کارپرداز قادیان)

مسل نمبر 12545: میں حافظ مظفر احمد وانی ولد مکرم شمیم احمد وانی صاحب قوم احمدی مسلمان طالب علم تاریخ پیدائش: 28 اکتوبر 2006ء پیدائشی احمدی ساکن: سرائے طاہر سول لائن قادیان مستقل پتہ: شورت کولگام کشمیر ہندوستان بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 11 اکتوبر 2025ء وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائیداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/1,500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ : وقاص احمد بیگ العبد : حافظ مظفر احمد وانی گواہ : حافظ وقاص احمد

مسل نمبر 12546: میں ناصر الدین شمس ولد مکرم ایچ شمس الدین صاحب قوم احمدی مسلمان طالب علم تاریخ پیدائش: 19 اگست 2003ء پیدائشی احمدی ساکن: سرائے طاہر سول لائن روڈ قادیان، مستقل پتہ: حلقہ باب الابواب قادیان بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 11 اکتوبر 2025ء وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائیداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/2,000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ : سلمان احمد العبد : ناصر الدین شمس گواہ : حفاد احمد

مسل نمبر 12547: میں ثاقب اقبال نائک ولد مکرم محمد اقبال نائک صاحب قوم احمدی مسلمان طالب علم تاریخ پیدائش 28 نومبر 2005ء پیدائشی احمدی ساکن: دار الانوار جنوبی قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 2 اکتوبر 2025ء وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائیداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/1,500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ : شاہد احمد العبد : ثاقب اقبال نائک گواہ : افتخار احمد

مسل نمبر 12548: میں سلمان احمد ولد مکرم ظفر اللہ سیٹھ صاحب قوم احمدی مسلمان طالب علم تاریخ پیدائش: 25 نومبر 2002ء پیدائشی احمدی موجودہ پتہ: سرائے طاہر سول لائن روڈ قادیان مستقل پتہ: 69 تھائی نگر میلا پالیم ترونا ولی، صوبہ تامل ناڈو بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 6 ستمبر 2025ء وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائیداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/2,000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ : عبد القادر العبد : سلمان احمد گواہ : ایم مسرور احمد

⁂

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadr.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57
Weekly BADAR Qadian
Qadian - 143516 Distt. Gurdaspur (Punjab) INDIA
Postal Reg. No. GDP/001/2026-28 Vol. 75 Thursday 26 February - 2026 Issue. 09

ACT. MANAGER
ATHAR AHMAD SHAMIM
Mobile : +91 99153 79255
e-mail:managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.850/- (Per Issue : Rs.16/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

رمضان المبارک کی برکتیں، سیرتِ حضرت مسیح موعودؑ میں عبادت ودعا کا عملی نمونہ، پیشگوئی مصلح موعود کی تکمیل اور ایمان میں استقامت کی تلقین

خلاصہ خطبہ جمعہ سیّدنا حضرت اقدس امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 20/فروری 2026 بمقام مسجد مبارک اسلام آباد ٹلفورڈ۔ یوکے

تشہد اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے فضل سے کل سے رمضان شروع ہے، یہ روزوں کا مہینہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خاص طور پر اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنے اور اپنی روحانی اصلاح کے لیے مہیا فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ اِس مہینے سے ہر احمدی کو زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی توفیق دے۔ لیکن ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ حقیقی فائدہ تبھی ہوتا ہے، جب رمضان کے بعد بھی ہم محبّتِ الٰہی اور عبادت کے معیار قائم رکھنے بلکہ بلند کرنے کی کوشش کریں، تبھی ہم اپنے مقصدِ پیدائش کو بھی پُورا کرنے والے ہوں گے۔

گذشتہ چند جمعوں سے میں اس بابرکت موضوع پر گفتگو کر رہا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کی محبتِ الٰہی کس درجہ کامل اور بے مثال تھی، آپؐ کی عبادت کا معیار کیا تھا، اور آپؐ نے مومنین کو کس انداز میں نصائح فرمائیں کہ وہ بھی اس روحانی بلندی کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

ہم نے دیکھا کہ آپؐ کی عبادت محض ظاہری افعال کا مجموعہ نہ تھی بلکہ سراپا عشق، عجز اور کامل سپردگی تھی۔ راتوں کا قیام، آنکھوں کی نمی، اور یہ دعا کہ ”اے اللہ! میں تیرا شکر کس طرح ادا کروں“ یہ سب اس بات کا اظہار تھا کہ بندہ جب اپنے رب کو پہچان لیتا ہے تو عبادت اس کی فطرت بن جاتی ہے، بوجھ نہیں رہتی۔

پھر ہم نے آپؐ کے غلامِ صادقؑ یعنی مرزا غلام احمد کی زندگی کے واقعات کا ذکر کیا کہ کس طرح انہوں نے اسی اُسوۂ حسنہ کی کامل پیروی کی۔ ان کی عبادت، دعا، گریہ و زاری، اور مخلوقِ خدا کے لیے درد یہ سب دراصل آنحضرت ﷺ کے نقشِ قدم کی جھلک تھی۔ گویا سچے غلام کی پہچان یہی ہے کہ وہ اپنے آقا کے رنگ میں رنگا ہوا ہو۔

یہ مضمون ابھی جاری ہے، کیونکہ یہ ایسا بحرِ بیکراں ہے جس کی گہرائیوں کا احاطہ چند خطبات میں نہیں ہوسکتا۔ اور آج جبکہ ہم رمضان کے بابرکت ایام میں سے گزر رہے ہیں، تو یہی موضوع اور بھی زیادہ اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔ رمضان دراصل محبتِ الٰہی کو تازہ کرنے، عبادت کے معیار کو بلند کرنے اور آنحضرت ﷺ کے اُسوہ کو عملی زندگی میں نافذ کرنے کا مہینہ ہے۔ یہ مہینہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ:

عبادت رسمی نہ ہو بلکہ روح کے ساتھ ہو، روزہ صرف بھوک اور پیاس کا نام نہ ہو بلکہ نفس کی تربیت کا ذریعہ بنے اور نماز محض فرض کی ادائیگی نہ ہو بلکہ خدا سے ملاقات کا شرف بن جائے۔

پس آج بھی اسی تسلسل میں ہم اسی مضمون کو آگے بڑھائیں گے کہ کس طرح ہم آنحضرت ﷺ کی محبتِ الٰہی اور عبادت کے معیار کو اپنی زندگیوں میں پیدا کریں، اور رمضان کو محض ایک موسمی عبادت نہ بنائیں بلکہ مستقل روحانی انقلاب کا ذریعہ بنالیں۔

حضورِانور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کے واقعات محض سننے اور لطف اندوز ہونے کے لیے نہیں بلکہ ہمارے لیے عملی راہنمائی کا ذریعہ ہونے چاہئیں۔ آپؑ کی زندگی کا ہر پہلو اللہ تعالیٰ سے گہرے تعلق، دعا، تقویٰ اور عبادت سے بھرپور تھا۔

ایک واقعہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ نے مولوی محمد عبداللہ بوتالوی کے حوالہ سے بیان کیا کہ 1907ء میں امۃ الرحمٰن صاحبہ کے پاس ایک کاغذ کا پرزہ تھا جس پر حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت اُمّ المومنین کے ہاتھ کی تحریر موجود تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جو عبارت لکھی وہ یہ تھی کہ انسان ہر وقت خدا تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور پنج وقت اُس کے حضور دعا کرتا رہے۔ حضورِانور نے فرمایا کہ یہی وہ معیار ہے جس کی آپؑ ہمیشہ تلقین فرماتے تھے کہ ہر مومن میں خدا خوفی اور عبادت کا شوق پیدا ہو۔

اسی طرح میاں عبداللہ سنوریؓ کے بیان کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ نے 1886ء میں ہوشیار پور میں چلہ کشی فرمائی۔ آپؑ نے خلوت اختیار کی، چالیس دن تک کسی سے ملاقات نہ کی اور مکمل طور پر عبادت و دعا میں مشغول رہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ ان دنوں اللہ تعالیٰ کے فضل کے بڑے دروازے کھلے اور طویل عرصہ تک الہامات ہوتے رہے۔ انہی ایام میں پسرِ موعود کی پیشگوئی کے الہامات ہوئے۔

بعد ازاں 20 فروری 1886ء کو پیشگوئی کا اشتہار شائع ہوا جو جماعت میں پیشگوئی مصلح موعود کے نام سے معروف ہے۔ یہ پیشگوئی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کی ذات میں بڑی شان سے پوری ہوئی جن کی باون سالہ خلافت قائم رہی اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے عظیم کامیابیاں عطا فرمائیں۔

حضورِانور نے اس بات کو ایک خاص توارد قرار دیا کہ 20 فروری کے دن ہی یہ واقعہ بیان کرنے کا موقع ملا، جو اس پیشگوئی کی تاریخ بھی ہے۔ آپ نے توجہ دلائی کہ ان واقعات سے ہمیں سبق لینا چاہیے، خدا تعالیٰ سے تعلق مضبوط کرنا چاہیے اور عبادت و دعا کو اپنی زندگی کا مستقل حصہ بنانا چاہیے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے میاں عبداللہ سے دریافت کیا کہ حضرت صاحبؑ اِس خلوت کے زمانے میں کیا کرتے تھے اور کس طرح عبادت کرتے تھے؟ تو اُنہوں نے جواب دیا کہ یہ ہمیں معلوم نہیں، کیونکہ آپ اُوپر بالا خانے میں رہتے تھے، بیان کرتے تھے کہ ایک دن جب مَیں کھانا رکھنے اُوپر گیا، تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ مجھے الہام ہوا ہے: **بُوْرِكَ مَنْ فِيْهَا وَمَنْ حَوْلَهَا** اور تشریح فرمائی کہ **مَنْ فِيْهَ** اسے مَیں مُراد ہوں یعنی حضرت مسیح موعودؑ اور **مَنْ حَوْلَهَا** سے تم لوگ مُراد ہو۔

اُن دنوں فتح خان بہت معتقد تھا اور کہتا تھا کہ مَیں حضرت صاحب کو نبی سمجھتا ہوں، لیکن جب اُسے ٹھوکر لگی تو وہ مرتد ہوگیا۔

اِس تناظر میں حضورِانور نے توجہ دلائی کہ اِس لیے انسان کو ہمیشہ اپنے انجام بخیر کی دعا اور اپنے ایمان کی مضبوطی کی کوشش کرتے رہنا چاہیے اور اِس کے لیے دعا بھی مانگنی چاہیے اور خاص طور پر اِن دعاؤں میں، جو رمضان میں کریں، یہ دعا بھی ہر ایک کو کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا انجام بخیر کرے اور ایمان میں مضبوط رکھے۔

حضورِانور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز اور عبادت کا طریق ہمارے لیے عملی نمونہ ہے۔ فقہی باریکیوں سے بڑھ کر اصل روح خشوع، عاجزی اور خدا تعالیٰ سے تعلق ہے۔

میاں علی محمد صاحب کے بیان کے مطابق حضورؑ نماز میں ہاتھ ناف سے اوپر باندھتے، سجدہ نہایت ادب سے کرتے اور پیشانی و ناک زمین پر رکھتے۔ سجدے میں انگلیاں قبلہ رُخ سیدھی ہوتیں۔ یہ سب امور آپؑ کے وقار اور سنت کی پیروی کو ظاہر کرتے ہیں۔

حضرت بھائی چودھری عبدالرحمٰن صاحب اور حضرت ماسٹر نذیر حسین صاحب کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ تہجد بڑی گریہ وزاری اور طویل قیام کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔ آپؑ اکثر **اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ** کو بار بار دہراتے، تاکہ ہدایت پر قائم رہنے کی دعا مسلسل زبان پر رہے۔ ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ وہ حضورؑ کے ساتھ تہجد میں زیادہ دیر کھڑے نہ رہ سکے جبکہ حضورؑ طویل عبادت میں مشغول رہے۔

جب پوچھا گیا کہ اگر تہجد ادا نہ ہو سکے تو کیا کیا جائے؟ تو حضورؑ نے فرمایا کہ استغفار، تسبیح اور تحمید کثرت سے پڑھو، یہ اعمال تہجد کی توفیق کا ذریعہ بنیں گے۔ حضورِانور نے وضاحت کی کہ یہ تہجد کا متبادل نہیں بلکہ اس کی توفیق حاصل کرنے کا نسخہ ہے۔

رمضان کے حوالے سے آپ نے توجہ دلائی کہ اگرچہ تراویح ادا کی جاتی ہے، مگر اصل سنت یہی ہے کہ رات کو اُٹھ کر تہجد پڑھی جائے، چاہے دو یا چار نوافل ہی کیوں نہ ہوں۔

حضورانور نے فرمایا: حضرت مرزا بشیر احمدؓ کے بیان کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کثرت سے **سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم** پڑھنے کی ہدایت ہوئی تھی، چنانچہ آپؑ اسے ہر وقت حتیٰ کہ بستر پر کروٹ بدلتے ہوئے بھی پڑھتے رہتے تھے۔

آپؑ نے فرمایا کہ اگر اختیار دیا جائے تو وہ خلوت کو پسند کریں گے، کیونکہ خلوت میں خدا تعالیٰ کی عبادت کی جو لذت ہے وہ بے مثال ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو خدمتِ دین اور میدانِ عمل میں نکالا۔ ساتھ ہی یہ بھی تعلیم دی کہ دنیا کو بالکل ترک نہ کیا جائے اور نہ اس میں اس قدر ڈوبا جائے کہ خدا بھول جائے، بلکہ ایک متوازن اور سموئی ہوئی اسلامی زندگی اختیار کی جائے۔

حضرت امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ کے آخر پر احمدیوں نیز امت مسلمہ کے لیے دعاؤں کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس رمضان میں ہمیں حقیقت میں عبادت کا بھی صحیح حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی محبت میں بھی ہمیں بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم زیادہ سے زیادہ اس رمضان کا فیض اٹھاتے رہیں اور بعد میں بھی اس فیض کے اثرات ہم پر قائم رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ بنائے جو ایک حقیقی مومن اور ایک مسلمان کی نشانی ہے۔ ان دنوں میں خاص طور پر مشکلات اور جھوٹے مقدمات میں گرفتار احمدیوں کے لیے بہت زیادہ دعا کریں، احمدی بھائیوں کے لیے اللہ تعالیٰ آسانیاں پیدا فرمائے۔ امت مسلمہ کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ دنیا کے تباہی سے بچنے کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ معصوم لوگوں کو ان کے شر سے بچائے اور اگر جنگ اور تباہی مقدر ہے تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ معصوموں کو اس سے بچا کے رکھے اور ظالموں کی پکڑ فرمائے۔ (آمین)

* * *